سہ ماہی نئی دہلی

خبرنامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

جلد نمبر: ۷	جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳ء	شمارہ نمبر: ۴

ایڈیٹر

(مولانا) سید نظام الدین

خط وکتابت کا پتہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

Tel:. 011-26322991, Telefax:. 011-26314784

E-mail: aimplboard@gmail.com / Web: www.aimplboard.in

ایڈیٹر پرنٹر وپبلیشر سید نظام الدین نے اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی-۲ سے چھپوا کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ 76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵ سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبرشمار	مضامین	اسمائے گرامی	صفحہ
۱	پیغام	(حضرت) مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۳
۲	اداریہ	(حضرت) مولانا سید نظام الدین	۶
۳	قانون وقف: تاریخ، مقاصد اور اہم نکات کا مختصر جائزہ	محمد عبدالرحیم قریشی	۸
۴	نیا وقف ایکٹ_ کام ابھی باقی ہے	مولانا محمد ولی رحمانی	۱۴
۵	خدائی منصوبہ بندی یا خاندانی منصوبہ بندی؟	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۸
۶	مسلم پرسنل لا بورڈ - ماضی اور حال کے آئینے میں	مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی	۲۱
۷	کارروائی اجلاس مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ	مولانا رضوان احمد ندوی	۲۳
۸	مرکزی دفتر بورڈ کی سرگرمیاں (مختصر رپورٹ)	وقارالدین لطیفی	۳۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ ہندوستانی مسلمانوں کا مشترکہ قیادتی پلیٹ فارم ہے، اس کا مقصد قیام یہ رہا ہے کہ وہ ملت اسلامیہ کا ملی تشخص اور اس کی زندگی کو اسی تشخص کے مطابق قائم رکھنے کی فکر اور اس قانون یعنی شریعت اسلامی پر عمل کرنے کا جو اختیار دستور ہند کی رو سے ان کو حاصل ہے اس کے تحفظ کی فکر رکھے اور حسب ضرورت مسلمانوں اور اس کے احکامات میں کوئی خلل اندازی کی کوئی کوشش سامنے نہ آئے تو اس کی روک کے ذرائع اختیار کرے، اسی بنیاد پر آج سے چار دہائی قبل علماء دین و مسلم دانشوروں نے اس ضرورت کی انجام دہی کے لیے یہ متحدہ فلیٹ فارم تشکیل دیا تھا اور یہ پلیٹ فارم جب سے قائم ہے، اس وقت سے الحمدللہ اس پلیٹ فارم نے اپنی ذمہ داری بخوبی انجام دی اور اپنے اتحاد کو قائم رکھا، حالانکہ یہ مسلمانوں کی مختلف مکاتب فکر مختلف مسلکوں اور جماعتوں کے نمائندوں پر یہ پلیٹ فارم مشتمل ہے اس کے ارکان اپنے نقطہائے فکر ومختلف فقہی مسلکوں کے ہونے کی بناء پر فروعی معاملات میں اختلاف رائے رکھتے ہیں، اور شریعت کے تحفظ کے اعلیٰ مقصد کی خاطر بورڈ نے اپنے اتحاد کو مشترکہ جدوجہد کے قائم رکھنے کے لیے اس بات کا اہتمام رکھا ہے کہ اپنے کو شریعت کے تحفظ کے مشترکہ معاملات تک محدود رکھے تاکہ کسی اختلافی معاملے سے بچ سکے، بورڈ کو اپنی اسی احتیاط کی خاطر ملک کی جماعتی سیاست یا اختلافی معاملات سے گریز کرنا ہوتا ہے اور وہ اپنے ارکان کو اس بات کا لحاظ رکھنے کی طرف متوجہ کرتا رہتا ہے کہ بورڈ کے اختیار کردہ مشترکہ موقف سے ہٹ کر کوئی بیان یا اظہار خیال سے گریز کریں، اور کسی ایسی ضرورت معلوم ہو تو اس صراحت کے ساتھ کریں کہ وہ بورڈ کی پالیسی کی ترجمانی نہ سمجھی جائے۔

ہندوستان میں مسلمان باوجود اقلیت میں ہونے کے ایسی بڑی تعداد میں ہیں کہ اسلامی ملکوں میں بیشتر ملکوں میں اتنی بڑی تعداد میں نہیں ہیں اور مسلمانوں کو اپنے رب کی طرف سے اپنے دین وشریعت پر عمل کرنا واجب قرار دیا گیا ہے اور ان کو یہ حکم ہے کہ وہ اس پر عمل کرنے کے حق سے دست برداری نہ کریں خواہ اس کے لیے ان کو اپنے دنیاوی مفادات میں کوئی قربانی ہی کیوں نہ دینی نہ پڑے اور یہ اطمینان کی بات ہے کہ ہندوستانی دستور میں صاحب مذہب کو اپنی مذہبی ضرورت کو پورا کرنے کا

پورا حق دیا گیا ہے اس کے بعد یہ ہماری دینی کوتاہی ہوگی کہ اس کے بقاء اور اس کے مطابق عمل کرنے کی فکر نہ کریں۔

ہمارے دین وشریعت کی حفاظت کی دو اہم لائینیں ہیں ایک تو خود اس کی شخصی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں، دوسری وہ جن کا ربط سماجی زندگی اور دیگر لوگوں کے ساتھ تعلق کے معاملات سے ہے، اسلام میں دونوں لائینوں کے لیے باقاعدہ ہدایات دی گئی ہیں، ہم کو دونوں لائینوں میں اپنے دین وشریعت پر عمل کرنے کا جو اختیار دستور میں دیا گیا ہے، اس سے فائدہ اٹھانا چاہے اور اس کے بقاء کی حفاظت بھی کرنا ہے، شخصی زندگی کے معاملات عبادات اور شخصی عمل سے تعلق رکھتی ہیں، اور دوسری لائن سماجی تعلقات اور دوسروں کے حقوق سے تعلق رکھتی ہیں، دونوں لائینوں پر ہم کو اپنے دین وایمان کا ثبوت دینا ہے کیوں کہ روز جزاء ہم کو اپنے پروردگار کے سامنے اس کا جواب دینا ہوگا۔

پہلی لائن جو ذاتی زندگی سے تعلق رکھتی ہے وہ اصلاعقیدہ وعبادت سے تعلق رکھتی ہے یہ شخصی اور ذاتی نوعیت کی لائن ہے اس کا عموما دوسروں سے واسطہ نہیں پڑتا ہے ان کی جواب طلبی اللہ رب العزت کے حضور میں ہوگی اسلام میں مذہب کی دوسری لائن اپنے اردگرد کے لوگوں اور اہل تعلق کے ساتھ معاملہ رکھنے سے تعلق رکھتی ہے اس میں خاندانی سماجی زندگی کے حقوق وتعلقات کے معاملات آتے ہیں۔

ہم مسلمانوں کا ملی تشخص ان دونوں لائینوں سے تعلق رکھتا ہے دونوں کا اسلامی طریقہ بتلایا گیا ہے، ان دونوں لائینوں میں اسلامی خصوصیت کی حفاظت کے لیے بورڈ کو اپنی کوشش تین جہتوں میں کرنا ہوتی ہیں ایک کا تعلق حکومت وعدالت کے ذمہ داروں سے ہے کہ دستوری طور پر ہم کو جو مذہبی حق ملا ہوا ہے اس کے بقاء کے سلسلہ میں حسب ضرورت رابطہ کریں اور تبدیلی نہ ہونے دیں اور دستوری طریقہ پر اس کا تدارک کریں، اس کے لیے عدالت اور قانون ساز مجالس کا ذریعہ اختیار کرنا ہوتا ہے اس کے لیے بورڈ نے لیگل کمیٹی قائم کر رکھی ہے جو اس سلسلہ کے معاملات کو دیکھتی اور کرتی ہے، چنانچہ متعدد معاملات میں کورٹ یا قانون ساز ادارے کی طرف سے شریعت اسلامی کے حکم کے خلاف بعض نقاط آئے، اور کمیٹی نے اس کی فکر کی، اور کامیابی ملی، اس وقت بھی وقف ایکٹ، لازمی ٹیکس، رائٹ ٹو ایجوکیشن ایکٹ جیسے معاملات سامنے ہیں، اور ایک کورٹ قاضی شریعت کے فیصلے پر اعتراض کر دیا گیا ہے، دوسری جہت بورڈ کی کوششوں کی یہ ہے کہ ہم اپنے مذہبی حقوق کی حفاظت کے لیے جب غیروں سے مطالبہ کرتے ہیں تو ہمارا مذہبی عمل بھی شریعت کے مطابق ہونا چاہئے، اس کی ترغیب دینے کی بورڈ فکر کرتا ہے، اس کے لیے دو جہتوں میں کوشش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ایک تو یہ کہ شرعی معاملات میں خود ہمارے درمیان اختلاف ونزاع سامنے آئے تو اس کو ہم اپنے شرعی احکامات کے تحت خود حل کریں، اس میں مدد دینے کے لیے بورڈ نے دار القضاؤں کے قیام کا شعبہ قائم کر رکھا ہے جو شرعی حکم سے قاضی کے ذریعے حل حاصل کریں اور دوسری جہت لوگوں کو اپنی اصلاح اور دینی احکامات کی پابندی کی

اہمیت بتانے اوران پرعمل کرنے کی ترغیب دینے کی جہت ہے،اس کے لیے اصلاح معاشرہ کے شعبہ کا قیام عمل میں آیا جوافہام و تفہیم کے ذریعہ مذہبی واخلاقی اصلاح کا کام کرتا ہے، بورڈ کے مذکورہ بالا تین کاموں کے ساتھ ایک تیسرا اہم کام یہ بھی ہے کہ اس ملک میں جب ہم کودوسرے مذاہب اور غیر مسلم اکثریت کے ساتھ رہنا ہے، ہماری سماجی اورشہری زندگی کے بہت سے معاملات میں ان کا ہم سے اور ہمارا ان سے رابطہ ہوتا ہے وہ ہم کو غیرقوم کی صورت میں دیکھتے ہیں، ہم ان کو غیرقوم کے طور پر دیکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے صرف ظاہری معاملات کو دیکھ کر ایک دوسرے کے متعلق رائے قائم کرتے ہیں، اسلام میں جو امن وانسانیت نوازی اور مذہبی معاملات میں جو اعتدال ہے، وہ ان کے سامنے نہیں آتا، اسی کا نتیجہ ہے کہ یہاں کی غیرمسلم اکثریت غلط فہمیوں کا شکار ہے، اسلام کی اصل تعلیمات وخصوصیات سے بڑی حدتک ناواقف رہنے کی وجہ سے اسلام اوراس کے ماننے والوں کو بری نظر سے دیکھا جانے لگا ہے، خاص طور پر اکثریت کے تعلیم یافتہ طبقہ کی غلط فہمیاں مزید مضرت رساں بنتی ہیں، اور قانون دانوں تک پہنچ کر عدالتی فیصلوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے، ضرورت ہے کہ ہم اپنے اخلاق اور گفتگو سے انہیں اسلام کی خوبیوں سے روشناس کرائیں، تاکہ وہ ناواقفیت کی بناء پر اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط تصور قائم نہ کریں، اس سلسلہ میں کمزوری کا نقصان بحیثیت اقلیت کے ہم مسلمانوں کوزیادہ پیش آسکتا ہے، لہذا ہماری بڑی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ ہم شریعت اسلامی کا صحیح تعارف ان کے سامنے اور خاص طور پر قانون داں طبقہ کی واقفیت کو صحیح اور بہتر بنانے کی طرف زیادہ توجہ کریں، تاکہ جب ہماری شریعت کا کوئی معاملہ قانون دانوں کے زیرغور آئے تو قانون داں حضرات شریعت اسلامی سے اپنی ناواقفیت کی بناء پر خلاف حقیقت فیصلہ نہ کریں، اس کے لیے بورڈ نے عام تعلیم یافتہ حضرات کے لیے پیام انسانیت اور قانون دانوں کے لیے تفہیم شریعت کا شعبہ قائم کررکھا ہے، اس طرح ہمارے بورڈ کی ذمہ داریوں کے خصوصی طور پر متعدد شعبے ہیں، بورڈ اپنے کام کی ترکیزان پر کرتا ہے اور پالیسی کے اعتبار سے دوباتوں کو بطور خاص سامنے رکھتا ہے ایک یہ کہ بورڈ اپنے اتحاد کے بقاء کی فکر کرے، دوسرے اور جماعتی وسیاسی کشمکش سے اپنے کو علیحدہ رکھتے ہوئے متفقہ کام انجام دے۔

ہمارے بورڈ کے ارکان حضرات سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ بورڈ ان خصوصیات اور ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو کوشش ان کے اختیار میں ہے ان کا اہتمام رکھیں تاکہ اس ملک میں مسلمانوں کے سلسلہ میں اچھی رائے اور ملک میں ان کے لیے اچھا ماحول بن سکے اور بورڈ کی یہ خصوصیت کہ فی الحال وہ ملت اسلامیہ کا تنہا متحدہ مقصد کا ادارہ ہے اس کے متحدہ رہنے میں اس کی جو طاقت ہے اس کے خاطر اس کے اتحاد واشتراک کی پوری حفاظت کریں اور آپس میں نقطہ نظر کا اختلاف جب بھی ابھرے اس سے اپنے کو بچاتے ہوئے بنیادی اور متفقہ مقصد پر توجہ دیں، اس کے لیے اپنے ذاتی نقطہ نظر کی قربانی کی ضرورت پڑے تو اس عظیم مقصد کے لیے اس قربانی سے گریز نہ کریں۔

اداریہ

بورڈ کا مقصد اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا سید نظام الدین
جنرل سکریٹری بورڈ

دنیا میں انسان کی سب سے بڑی ضرورت جان، مال اور عزت وآبرو کا تحفظ ہے، اللہ تعالیٰ نے خود انسانوں کے اندر یہ فطری جذبہ رکھا ہے کہ وہ اپنے ہی جیسے دوسرے بھائیوں کی زندگی کا احترام کرے، ان کے مال ومتاع پر ناجائز قبضہ سے اجتناب کرے اور سماج کی دوسری خواتین کی عزت وآبرو کو اسی طرح قابل احترام سمجھے، جیسا کہ وہ خود اپنی بہو، بیٹی کے لئے پسند کرتا ہے، اسی لئے ہر شریف انسان اس کے خلاف عمل کرنے کو ناپسند کرتا ہے، اور بری نظر سے دیکھتا ہے، لیکن سماج میں کچھ ایسے بدقماش لوگ ہوتے ہیں، جو فطرت کی آواز پر لبیک نہیں کہتے اور ان اخلاقی اقدار کا احترام نہیں کرتے، جو کسی سماج کو پرامن اور پرسکون رکھنے کیلئے ضروری ہے، ایسے لوگوں کے لئے قانون کے ہتھیار کا استعمال ضروری ہوتا ہے، اسی لئے دنیا کے ہر سماج میں قانون کی حکمرانی کو تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔

قانون نافذ کرنا اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کو قرار واقعی سزا دینا حکومتوں کا کام ہے، بلکہ حکومت کی بنیادی ڈیوٹی ہے کہ وہ معاشرہ میں امن وانصاف کو قائم کرے اور امن وانصاف قائم کرنے کی صورت یہی ہے کہ ہر شخص کو دوسرے کی جان و مال اور عزت وآبرو کا احترام کرنے پر مجبور کیا جائے اور تمام طبقات پر یکساں طریقہ پے قانون کو نافذ کیا جائے، اگر کوئی حکومت اس فریضہ کو ادا کرنے سے قاصر ہے یا اس کو ادا کرنے سے گریز کررہی ہے، تو اسے اقتدار میں رہنے کا حق حاصل نہیں ہے، اور وہ حکمرانی کے قانونی جواز سے محروم ہے۔ مگر یہ بات بے حد قابل افسوس ہے کہ ہندوستان جیسے جمہوری مملکت میں مسلمانوں کے ساتھ ظلم وزیادتی، قتل وغارت گری اور عزت ریزی کے واقعات بار بار پیش آتے ہیں، خود حکومت کے مقرر کئے ہوئے کئی کمیشنوں نے اپنی تجاویز پیش کی ہیں اور یہ بات کہی ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات کے سلسلے میں اشتعال انگیز تقریر کرنے والے مقرروں اور غفلت یا جانبداری برتنے والے افسروں کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے، لیکن حکومت نے کبھی اس پر سنجیدگی کے ساتھ توجہ نہیں دی۔

موجودہ یوپی اے حکومت گذشتہ تجربات، بار بار پیش آنے والے واقعات اور ملک کے انصاف پسند شہریوں کے دیرینہ مطالبات کے پس منظر میں انسدادِ فرقہ وارانہ فسادات بل متعارف کرایا، لیکن آج تک اس کی فائل سرد خانہ میں پڑی ہوئی ہے، بے قصور مسلم نوجوانوں کو گرفتار کرنے کے لئے اگر کوئی بل پیش کیا جاتا ہے، تو اتنی تیزی سے قانون سازی کے تمام مراحل طے کئے جاتے ہیں گویا اس وقت سب سے اہم مسئلہ یہی ہے، لیکن جب فرقہ پرست عناصر کے خلاف مظلوم مسلمانوں کی دادرسی کے لئے کسی قانون کی بات آتی ہے، تو حکومت چیونٹی کی رفتار سے اس کو آگے بڑھاتی اور منزل تک پہونچنے سے پہلے ہی اس کو ختم کردیتی ہے۔ موجودہ حکومت کی میقات اب ختم ہونے کو ہے، ۲۰۱۴ء میں نیا الیکشن ہے، ان حالات میں حکومت کو چاہئے کہ وہ اس بل کو پاس کرائے، مظفرنگر کے حالیہ فساد نے حقیقت یہ ہے کہ گجرات فسادات کی یاد تازہ کردی اور منظم طور پر گجرات کے تجربہ کو یہاں دہرایا گیا ہے، شاید کچھ سیاسی جماعتوں نے یہ گُر سیکھ لیا ہے کہ مسلمانوں کی لاش پر چڑھ کر اقتدار کے قلعہ کو فتح کیا جاسکتا ہے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے حکومت سے پُرزور مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس بل کو جلد سے جلد پاس کرائے اور امن و

انصاف کے قیام کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری پوری کرے۔

مسلمانوں کی ایک بہت بڑی امانت وقف کی شکل میں ملک کے مختلف علاقوں میں موجود ہے، اگر مسلمانوں کو ان کے اوقاف حوالہ کردیئے جائیں اور انکا صحیح طریقہ پر استعمال ہوتو امید کی جاتی ہے کہ مسلمان خود اپنی دولت اپنے تعلیمی اور معاشی مسائل کو حل کرلیں گے، انہیں کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور نہ حکومت کی طرف ہاتھ پھیلانا پڑیگا، لیکن وقف کا قانون اس درجہ ناقص اور نامکمل تھا کہ نہ وقف پر ناجائز قبضہ کو ہٹانا ممکن تھا اور نہ اس کو کارآمد بنانا، مسلمانوں کے مسلسل مطالبات کے بعد ۱۹۹۵ء میں وقف کا نیا قانون آیا، پھر ۲۰۱۰ء میں گذشتہ قانون کی خامیوں کو دور کرنے کے لئے نیا وقف بل کا مسودہ بنا، لیکن اس قانون میں بھی بہت سی خامیاں موجود تھیں، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مسلسل اس کی اصلاح کے لئے کوشاں تھا، بالآخر یہ کوشش نتیجہ خیز ہوئی اور بعض ترمیمات کے ساتھ وقف ایکٹ ۲۰۱۳ء پاس ہوگیا۔

مگر افسوس کہ بورڈ نے جو ترمیمات پیش کی تھیں، ان میں سے بہت سے نکات اس قانون میں شامل نہیں کئے گئے، خاص طور پر حکومت نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس قانون کے ساتھ ہی ایک ایسا قانون بھی لائے گی جس میں عوامی املاک سے متعلق مغصوبہ اراضی پر غاصبانہ قبضہ ختم کرنے سے متعلق دفعات شامل رہیں گی؛ اس لئے ضروری ہے کہ وقف سے متعلق ایکٹ مستقل بل پی پی اے طرز کا پیش کیا جائے؛ تاکہ وقف جائیدادوں پر ہونے والے ناجائز قبضے برخاست کئے جاسکیں، جب تک حکومت اس سلسلے میں مناسب قدم نہیں اٹھاتی ہے، یہ قانون ادھورا اور وقف کے تحفظ کے سلسلے میں غیر مؤثر تصور کیا جائے گا۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کا بنیادی مقصد شریعت اسلامی خاص کر اس کے عائلی قوانین کا تحفظ اور شعائر اسلامی جن سے ہمارے ملی وجود کی پہچان ہوتی ہے جیسے ہماری مسجدیں وغیرہ، ان کی حفاظت اس کے ساتھ عملی طور پر ایک صالح اسلامی معاشرہ کی تشکیل وتعمیر جسمیں کوئی شخص مسلمان ہوتے ہوئے کتاب وسنت کی تعلیم سے انحراف نہ کرے اور جس طرح عبادات مثلاً نماز، روزہ کو خدا کے حکم کے مطابق سمجھ کر انجام دیتا ہے اسی طرح معاملات یعنی لین دین، تجارت، ملازمت اور اخلاق، سچائی، ایمانداری اور امانتداری انسانی مساوات اور انسانیت سے ہمدردی، معاشرت یعنی ایک مسلم خاندان میں ماں باپ کی کیا حیثیت ہے اور ان کے کیا حقوق ہیں، اسی طرح میاں بیوی اور بچے اور پڑوسیوں کے کیا حقوق ہیں اسکے ساتھ شادی بیاہ جسمیں انتہائی غیر اسلامی رسوم ورواج داخل ہوگئے ہیں ان سے اسکو پاک کرکے سادگی اور سنت کے مطابق انجام دینا۔ اسی طرح طلاق دینے میں جلدی نہ کی جائے، اور وراثت کے معاملہ میں کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو، جس کا جو حصہ بنتا ہے اسکو ملنا چاہئے، روزی دینے والا اللہ ہے کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو، عورتوں میں دینی بیداری اور نوجوانوں کی ذہنی تربیت بھی ضروری ہے تاکہ نئی نسل اسلام پر قائم رہے جس چیز کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے جیسے شراب ونشہ آور چیزیں اس سے قطعی پرہیز کیا جائے اور جسے اللہ نے جائز قرار دیا ہے اس کا استعمال کریں۔

ملت اسلامیہ ہند سے میری درخواست ہے کہ بورڈ جو کچھ کوشش کررہا ہے، اس کی اصل طاقت آپ کا اتحاد ہے، اگر آپ بورڈ کی آواز پر لبیک کہتے رہیں، اور افتراق وانتشار سے بچتے ہوئے، مسلکی اور تنظیمی اختلافات سے اوپر اٹھ کر ملت کے مشترکہ کاز کے لئے قدم سے قدم ملاکر آگے بڑھیں تو ضرور ہمیں کامیابی حاصل ہوگی، ہم دنیا میں بھی سرخرو ہوں گے اور آخرت میں بھی۔ واللہ هو الموفق

قانون وقف

تاریخ، مقاصد اور اہم نکات کا مختصر جائزہ

محمد عبدالرحیم قریشی (اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ، حیدرآباد)

وقف کا نظریہ کہ کسی مال معین کو روک کر اسکی منفعت کو خیر کے کاموں میں صرف کیا جائے' دنیا کو اسلام کی دین ہے اور ایسا کوئی نظریہ یا ادارہ دنیا کے کسی اور قانون میں نہیں پایا جاتا۔ وقف کا مقصد قرب الٰہی کا حصول ہے اور یہ ثواب جاریہ ہے ۔اس لئے مسلم معاشروں میں مال وجائداد کو وقف کرنے کی روایت چلی آرہی ہے۔ ہندوستان میں بھی مسلمانوں کی آمد کے بعد اوقاف کے قیام کا سلسلہ شروع ہوا اور لکھوکھا اوقاف قائم ہوئے جن کی نگران حکومت کے مقرر کردہ قاضی کیا کرتے تھے اور ہر مملکت کے اندر واقع اوقاف کی عام نگرانی صدر الصدور کی ذمہ داریوں میں شامل تھی۔ قاضی اور دیگر خدمات شرعیہ پر مامور اصحاب صدر الصدور کے تحت اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔ مغلیہ سلطنت کے زوال اور ملک میں افر اتفری نے اوقاف کے اس نظام کو متاثر کیا۔ انگریزوں کے قبضہ کے ساتھ ساتھ یہ صورتحال ابتر ہوتی چلی گئی۔

۱۔ انگریزوں کے غلبہ کے بعد صورت حال:-

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ انگریزوں کا دہلی پر مکمل قبضہ ۱۸۵۷ء (انگریزوں کے دہلی پر ۱۸۵۷ء سے پہلے مکمل قبضہ کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے ۳۰/جون ۱۸۰۷ء کو ایک درخواست دہلی کے انگریز ریذیڈینٹ کے توسط سے سکریٹری پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کو دی تھی کہ دہلی میں انکی جائیداد ضبط ہوچکی ہے۔ وہ واگذاشت کی جائے۔ ۱۰/ جولائی ۱۸۰۷ء کو سکریٹری پولیٹکل ڈپارٹمنٹ نے ریذیڈسٹ کو جائیداد واگذاشت کرنے کی درخواست کی منظوری کی اطلاع دی اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کو دہلی میں دوبارہ رہنے کی اجازت مل گئی۔) سے بہت پہلے شاہ عالم ثانی کے دور حکومت میں ۱۸۰۳ء میں ہو چکا تھا۔ انگریزوں کی مدد ہی سے شاہ عالم ثانی نے دہلی کا تخت حاصل کیا تھا اور اسکے بعد اکبر شاہ ثانی انگریزوں کا صرف وظیفہ خوار تھا۔ ان حالات میں اوقاف کی صورتحال مزید ابتر ہونے لگی انگریزوں نے بھی اس میں مداخلت سے احتراز کیا۔ لیکن ۱۸۱۰ء میں انگریزوں نے جب اس ابتری کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو اوقاف اور عطیات کے تحفظ کے مقصد سے فورٹ ولیم (کلکتہ) کے تحت کے تمام علاقوں کیلئے ایک قانون ریگولیشن Regulation XIX of 1810 19 پاس کیا' اسکے ابتدائیہ میں یہ مقاصد بیان کئے گئے ۔

"۔۔۔۔۔۔ کہ انڈومینٹس کو معطی کے حقیقی منشا اور مرضی کے مطابق استعمال کیا جائے اور ۔۔۔۔۔۔ عوام کے استعمال اور سہولت کیلئے پلوں' سرایوں' کٹھروں اور دیگر عمارات کی جو حکومت یا افراد کے صرفہ سے تعمیر کئے گئے ہوں' نگہہ داشت اور مرمت کی جائے۔۔۔۔۔۔"

انڈومینٹس کے بارے میں اس ابتدئیہ میں یہ وضاحت کردی گئی کہ اس سے مراد مساجد' ہندو منادر' تعلیمی اداروں (کالجس) کی مدد اور دیگر مقدس اور منفعت بخش اغراض کیلئے سابقہ حکومتوں یا افراد کی جانب سے دی گئی اراضیات ہیں۔

اس ابتدائیہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ۱۸۱۰ء تک تعلیمی اداروں کی اوقافی جائیدادئیں بڑی تعداد میں موجود تھیں اور پلوں' سراؤں' کٹھروں وغیرہ کی قابل لحاظ تعداد ایسی تھی جو وقف تھے۔ ۱۸۱۷ء میں ایسا ہی قانون فورٹ سینٹ جارج (مدراس) کے تحت کے علاقوں میں نافذ کیا گیا (ریگولیشن ۷ قانون بابت ۷/۱۸' مدراس) ان قوانین کے ذریعہ ان تمام اوقاف کی عام نگرانی ونگہداشت بورڈ آف ریونیو اور بورڈ آف کمشنرس کے تحت کردی گئی۔

۲۔ کمپنی حکومت کی پالیسی:-

۱۸۶۳ء میں یہ پالیسی بدل دی گئی اور اس نظریہ کے تحت کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہبی اداروں کے ساتھ ایک عیسائی حکومت کا تعلق بے قاعدہ اور خلاف مصلحت ہے' برطانوی حکومت ہند نے قانون ۲۰ Act XX of 1863 کے ذریعہ ۱۸۱۰ء اور ۱۸۱۷ء کے قانون منسوخ کر دیئے گیئے اور ہندو مسلم مذہبی اوقاف کو حکومت کی نگرانی سے خارج کر دیا گیا لیکن حکومت نے ان تمام اوقاف کو اپنے تحت رکھا جن کے مقاصد بالکلیہ مذہبی نوعیت کے نہیں تھے ۔ اس قانون کے ذریعہ مذہبی اوقاف اور خیراتی ''Charitable'' اوقاف کے درمیان فرق پیدا کیا گیا۔ خیراتی اوقاف کو حکومت نے اپنے تحت رکھا اور مذہبی اوقاف کو مکمل طور پر متولیوں کے حوالے کرنے کیلئے شرط یہ قرار دی گئی کہ یہ وقف صرف مذہبی اغراض کیلئے قائم کیا گیا ہو۔ یہ قانون' اوقاف کی بڑی تباہی کا باعث بنا۔ سرکاری نگرانی کے اٹھ جانے سے متولیوں نے من مانی شروع کر دی۔ اور اوقاف کو اپنی ذاتی جائیداد کی طرح بیچنا اور منتقل کرنا شروع کر دیا اور انگریزوں نے ان اوقاف کو جو تعلیمی اغراض کیلئے قائم کیئے گیئے تھے اور ملک کے گوشے گوشے بلکہ تقریباً ہر بڑے شہر میں پائے جاتے تھے' اپنے تحت لے کر' ایک پالیسی کے تحت ان کو ختم اور ہڑپ کرنا شروع کیا جس سے مسلمانوں کی تعلیم کا اس وقت کا نظام ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا اور جس ملت میں تعلیم وخواندگی' مرد خواتین میں عام تھی' ناخواندگی بڑھتی گئی اور یہی کیفیت پیدا کرنا انگریزوں کی پالیسی تھی۔ ۱۸۹۰ء میں خیراتی اوقاف کیلئے خیراتی اوقاف قانون Charitable Endowment Act of 1890 پاس کیا گیا لیکن اس وقت تک کئی اوقاف ختم ہو چکے تھے۔ ان کی وقف کی حیثیت ختم کر دینے سے خیراتی اوقاف ٹرسٹ بن گئے اور ختم ہوتے گئے کیونکہ ٹرسٹ میں دوامی برقراری کا کوئی تصور نہیں ہے۔

۳۔ وقف علی الاولاد:

قانون اسلامی کے تحت ایک شخص اپنی جائیداد و مال کو نسلاً بعد نسلا اپنی اولاد کی منفعت کیلئے وقف کر سکتا ہے کیونکہ اہل خانہ اور اولاد کی کفالت اور پرورش بھی کار خیر اور کار ثواب ہے ۔ لیکن اولاد کی کفالت اور پرورش کو دیگر قوانین اور بالخصوص برطانوی قانون میں کار خیر (Charity) نہیں گردانا جاتا۔ برطانوی حکومت ہند میں عدالتیں چونکہ برطانوی قانون کے نظریات اور اصولوں کی پیروی کرتی تھیں اس لئے وقف علی الاولاد کا مسئلہ ایک قانونی نزاع بن گیا اور ۱۸۹۴ء میں ابوالفتح محمد اسحٰق بنام رساموئے دھر چودھری کیس میں پریوی کونسل نے وقف علی الاولاد کو وقف تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس فیصلہ کے خلاف مسلمانوں میں ناراضگی پیدا ہوئی۔ ملکہ وکٹوریہ اور وائسرائے کے نام مسلسل اور متعدد نمائندگیوں کے بعد پریوی کونسل کے اس فیصلہ کو زائل کرنے کیلئے مسلمان وقف جواز قانونی قانون The Musalman Wakf Validating Act of 1913 پاس کیا گیا جسکے ذریعہ وقف علی الاولاد کو وقف کی حیثیت میں تسلیم کیا گیا اور اس قانون کو استقدامی اثر (Retraspective effect) دیا گیا۔

۴۔ قوانین اوقاف قبل آزادی ملک:-

۱۹۲۰ء میں خیراتی اور مذہبی ٹرسٹوں کیلئے ایک قانون The Charitable & Religious Trust Act پاس کیا گیا۔ لیکن اسکے ذریعہ اوقاف کے انتظام ونگرانی کا کوئی نظم قائم نہیں کیا گیا۔ ۱۹۲۳ء میں مسلمان وقف ایکٹ پاس کیا گیا جس کے ذریعہ متولیوں کو پابند کیا گیا کہ وہ ڈسٹرکٹ جج کو سالانہ آمدنی و اخراجات کی تفصیلات پیش کیا کریں۔ ان عدالتوں کو حسابات کی تنقیح کے اختیارات بھی دیئے گیئے' ملک میں مرکزی اور صوبائی سطح کے کئی قوانین بنائے گیئے دیسی ریاستوں میں مختلف قوانین رائج رہے۔ ان میں قابل ذکر یہ ہیں:

بنگال واڑیسہ مسلمان وقف ایکٹ (۱۹۲۶ء)

بنگال وقف ایکٹ (۱۹۳۴ء)

بمبئی مسلمان وقف ایکٹ (۱۹۳۵ء)

یو۔ پی مسلم وقف ایکٹ (۱۹۳۶ء)

دہلی مسلم اوقاف ایکٹ (۱۹۴۳ء)

بمبئی مسلمان وقفس (ترمیمی) ایکٹ (۱۹۴۵ء)

بہار وقف ایکٹ (۱۹۴۷ء)

ملک کی سب سے بڑی دیسی ریاست مملکت آصفیہ نظام حیدرآباد میں ۱۳۴۹ء فصلی کے دستورالعمل کے تحت حکومت نے ہندو مسلم اوقاف کے انتظام ونگہداشت کو اپنے ہاتھ میں رکھا تھا۔ اسکے لئے محکمۂ اُمور مذہبی قائم تھا اور جس طرح اس ریاست میں مذہبی وخیراتی اوقاف کا انتظام اوران کی نگہداشت ہوتی رہی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے یہ قانون ریاست حیدرآباد میں جنوری ۱۹۵۵ء تک نافذ العمل رہا۔

۵ ۔ **آزادی ملک کے بعد قوانین وقف:**

ملک کی آزادی کے بعد ۱۹۵۳ء میں اوقاف کے تحفظ اور انکی نگہداشت ونگرانی کیلئے پارلیمنٹ میں مشہور مسودہ قانون' کاظمی بل پیش ہوا۔ اس بل پر عوامی رائے جاننے کیلئے ایک سلیکٹ کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں قانون وقف بابت ۱۹۵۴ء کی پارلیمنٹ نے تدوین کی۔ اس قانون کی بعض دفعات اور بعض فقروں کی عدالتوں کی جانب سے قانون کے منشاء کے خلاف تشریحات اور فیصلوں کے اثر کو زائل کرنے کیلئے ترمیمات کا مطالبہ ہوتا رہا ہے اور چند مطالبات کو قبول کرتے ہوئے ۱۹۵۹ء' ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۹ء میں ترمیمات کی گئیں لیکن اس قانون پر اعتراضات ہوتے رہے اوراس قانون کے تحت قائم بورڈس' اوقاف کے تحفظ ونگہداشت میں ناکام رہے۔ ۱۹۵۴ء کے مرکزی قانون کے باوجود مغربی بنگال میں بنگال وقف ایکٹ بابتہ ۱۹۳۴ء یو۔ پی مسلم وقفس ایکٹ بابتہ ۱۹۳۶ء اوراسکے بعد یو۔ پی مسلم وقفس ایکٹ ۱۹۶۰ء نافذ العمل رہے۔ گجرات میں کچھ کے علاقہ میں اور مہاراشٹرا میں مرہٹواڑہ کے علاقہ میں قانون بابتہ ۱۹۵۴ء نافذ کیا گیا۔ ان دونوں ریاستوں کے ماقبی علاقوں میں بمبئی پبلک ٹرسٹ ایکٹ بابتہ ۱۹۵۰ء کا نفاذ کیا جاتا رہا ہے۔

اوقاف کے تحفظ میں ان قوانین کے تحت قائم بورڈس اور عہدہ داروں کی ناکامی پر مسلسل توجہہ دلانے کے بعد مرکزی حکومت نے ۱۹۷۰ء میں وزارت قانون' انصاف وکمپنی اُمور کے تحت وقف انکوائری کمیٹی قائم کی۔ جس نے ۱۹۷۳ء میں ایک عارضی رپورٹ اور ۱۹۷۶ء میں آخری رپورٹ' ایک نئے قانون کے مسودہ کے ساتھ پیش کی۔ ان رپورٹس اور سفارش مسودہ کے جائزہ کیلئے مختلف کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ بالآخر ۱۹۸۴ء میں ایک نئے قانون کا بل پارلیمنٹ میں پیش اور منظور ہوا۔ اس پر صدر جمہوریہ نے بھی دستخط کردیئے لیکن کئی گوشوں سے اسکی مخالفت ہوئی۔ چنانچہ حکومت ہند نے اس قانون کے نفاذ کو روکنے کا اعلان کیا۔ بعد میں اس قانون کے صرف دو دفعات کو نافذ کیا گیا جن میں سے ایک تخلیہ کنندگان (Euacuees) کے چھوڑے ہوئے اوقاف کو وقف بورڈ کے تحت کرنے سے متعلق ہے اور دوسری دفعہ کے ذریعہ قبضہ مخالفانہ کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کی معیاد کو بڑھاکر (۳۰) سال کردیا گیا۔

۶ ۔ **قانون وقف بابتہ ۱۹۹۵ء :**

ایک نئے قانون وقف کیلئے مسلسل مطالبہ ہوتا رہا چنانچہ ۱۹۹۳ء میں حکومت نے پارلیمنٹ میں ایک مسودۂ قانون پیش کیا اور جو بالآخر قانون وقف بابتہ ۱۹۹۵ء کی شکل میں منظور ہوا اوراس کو سارے ملک میں نافذ العمل قرار دیا گیا۔ حکومت ہند نے ۲۷/ ڈسمبر ۱۹۹۵ء کو بجز جموں وکشمیر سارے ملک میں یکم / جنوری ۱۹۹۶ء سے اس قانون کے نفاذ کا اعلان کیا۔ البتہ اس قانون کا اطلاق درگاہ حضرت خواجہ صاحب اجمیر پر نہیں ہوگا جس کیلئے علحدہ ۱۹۵۵ء کا قانون موجود ہے۔

ترمیمات برائے وقف ۱۹۹۵ء

پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں' لوک سبھا اور راجیہ سبھا کی ایک مشترکہ کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جسکے ذمہ وقف بورڈ کی کارکردگی کا جائزہ لینے اور موجودہ قانون وقف میں ضروری ترمیمات کی سفارشات پیش کرنے کا کام کیا گیا۔ اس سے پہلے بھی ایسی کمیٹی قائم کی گئی تھی جس کے صدرنشین جناب کے۔ رحمٰن خان صاحب (موجودہ مرکزی وزر) تھے۔ ان کے بعد صدر جناب لعل جان پاشاہ صاحب رکن راجیہ سبھا نامزد کئے گئے ہیں ۔ جناب رحمٰن خان صاحب کی کمیٹی نے ایک سوال نامہ جاری کرکے جوابات طلب کئے تھے مگر لعل جان پاشاہ کمیٹی نے اُمور وقف کی بہتری کیلئے اور قانون وقف میں ترمیمات کیلئے تجاویز طلب کی ہیں۔ اس کے لئیے ایکم

/اپریل ۲۰۰۷ء آخری تاریخ مقرر کی گئی تھی لیکن چونکہ اسکی اطلاع واشتہار صرف دلی کے اخبارات میں شائع ہوئے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے ۱۹۹۵ء کے قانون وقف کی ترمیم کے موقع پر جو تجاویز پیش کی گئی تھیں اور بعدازاں کے۔رحمٰن حاص صاحب کمیٹی کے سوال نامے کا جو جواب دیا گیا تھا ان کو پیش نظر رکھ تجاویز مرتب کی گئیں۔

قانون وقف ۱۹۹۵ء میں ترمیمات کی تجاویز کے اہم نکات:

۱۔ ۱۹۵۴ء اور ۱۹۸۴ء کے قانون وقف میں ہندوستان کے مخصوص حالات کے پیش نظر کسی غیر مسلم کی جانب سے قائم کردہ وقف کو وقف تسلیم کیا گیا تھا۔لیکن ۱۹۹۵ء کے قانون میں وقف کی تعریف میں صرف مسلمانوں کے قائم کردہ قانون کو ہی وقف تسلیم کیا گیا البتہ ایک دوسرے دفعہ کی تحت کسی وقف کسی وقف یعنی مسجد، عیدگاہ، امام باڑہ، درگاہ خانقاہ، مقبرہ، قبرستان یا مسافر خانے کی مدد کیلئے غیر مسلم کی جانب سے قائم کئے گئے وقف کو تسلیم کرنے کی گنجائش نکالی گئی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے یہ تجویز پیش کی جارہی ہے ۱۹۵۴ء کی تعریف کو بحال کیا جائے تاکہ غیر مسلموں کی جانب سے قائم کردہ وقف بھی وقف شمار کئے جائیں۔

۲۔ وقف کے قانون ۱۹۸۴ء میں وقف انکوائری کمیٹی کی سفارشات پر وقف کی تعریف میں ''معافیاں، خیراتی، قاضی خدمات اور امداد معاش'' کو بھی وقف شمار کیا گیا تھا۔یہ حکمرانوں اور جاگیرداروں اور رئیسوں کی جانب سے مختلف میں دیئے جانے والے مذہبی خدمات سے مشروط انعامات کی اصطلاحیں ہیں۔۱۹۸۴ء کے اس اضافے کو شامل کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔

۳۔ تعریفات میں منشائے وقف کو متعین کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے کہ اس سے مراد دہ مذہبی اور خیراتی مقاصد ہیں جن کا ذکر وقف کی دستاویز میں کیا گیا ہے یا جن کا اظہار وقت کی نوعیت اور اسکے استعمال سے ہوتا ہے۔وقف کی دستاویز سے یا اس کی نوعیت منشائے وقف واضح نہ ہونے یا منشائے وقف نہ قابل حصول ہوجانے کی صورت میں مسلمانوں کی عام بہودی کو اس وقف کا منشاء تصور کیا جائے گا۔

۴۔ اس سے پہلے جناب کے۔رحمٰن خان صاحب کی سرکردگی میں تشکیل کردہ جوائنٹ پارلمینٹری کمیٹی میں وقف علی الاولاد کے بارے میں ایک تجویز رکھی گئی تھی ۱۹۹۵ء کے قانون میں کسی وقف علی الاولاد جائیداد کے اُتنے ہی حصے کو وقف قرار دیا گیا ہے۔جس کو مقدس مذہبی اور خیراتی مقاصد کیلئے مختص کیا گیا۔تجویز یہ تھی کہ وقف جائیداد کے صرایک حصے کو قرار دینے کا جملہ حذف کیا جائے تاکہ ساری جائیداد وقف قرار پاسکے۔یہی وقف ۱۹۵۴ء کے قانون میں تھا۔مگر اب یہ طے کیا گیا ہے کہ حذف کرنے کی تجویز پیش نہ کی جائے کیونکہ کلکتہ ہائیکورٹ ۲۰۰۴ء میں یہ فیصلہ دے چکا ہے کہ وقف کے ایک تناسب کو مقصد مذہبی وخیراتی مقاصد کیلئے مختص کرنے کے باوجود ساری جائیداد وقف شمار ہوگی۔

۵۔ قانون یہ رہا ہے کہ کسی ریاست میں وقف کی جائیدادوں کا سروے ہونے اور اسکی رپورٹ ریاست کے سرکاری گزٹ میں شائع ہونے کے ایک سال کے گذرنے کے بعد وقف کی فہرست قطعی قرار پاتی ہے اور کوئی شخص اس فہرست میں شامل وقف کی کسی جائیداد کی نوعیت وقف کو چیلنج نہیں کرسکتا۔لیکن ۱۹۷۹ء میں سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ اس کا اطلاق اس جائیداد پر مخالفانہ قبضہ اور مخالفانہ ادعار رکھنے والے پر نہیں ہوگا۔سپریم کورٹ کے فیصلے سے پیدا شداہ اس دشواری کو دور کرنے کیلئے ۱۹۹۵ء کے قانون میں ایک وضاحت کا اضافہ کیا گیا مگر اسکے باوجود گجرات ہائی کورٹ نے کچھ وقف بورڈ بھوج کے ایک مقدمے میں ۱۹۹۵ء کے قانون کو نظر انداز کردیا اور سپریم کورٹ کی نظیر کے مطابق فیصلہ دیا۔اس دشواری کو دور کرنے کیلئے واضح انداز میں ترمیمات کی تجویز رکھی گئی ہے۔

۶۔ وقف کے سروے سے متعلق دفعات میں ''قانون کے نفاذ کے آغاز کے وقت موجود اوقاف'' کے سروے کی بات کہی گئی ہے یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ وقف سروے کمشنر کو ریاست میں پائی جانے والی تمام اوقافی جائیدادوں کے سروے کا اختیار دیا جائے اور اس اختیار کو قانون کے نفاذ کی تعریف پر موجودہ جائیدادوں تک محدود نہ کیا جائے۔

۱۹۹۵ء کے قانون کے تحت ایک مرتبہ سروے ہونے کے کم از کم

(۲۰) سال بعد دوسرا سروے کیا جاسکتا ہے۔عموماً سروے میں کئی نقائص پائے گئے ہیں اور ۲۰ سال کی شرط کی وجہہ سے دوسرا یا تازہ سروے نہیں کیا جاسکتا ہے ناقص سروے (۲۰) سال تک نافذ رہے گا اس لئے یہ ترمیم تجویز کی گئی کہ جب ریاستی حکومت ضرورت محسوس کرئے اور ایک نئے سروے کا حکم دے سکتی ہے۔

۷۔ قانون وقف بابتہ ۱۹۹۵ء میں ریاستی حکومت کو ڈپٹی سکریٹری کے رتبے کے عہدیدار کو بورڈ کا رکن نامزد کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔تجویز یہ رکھی گئی ہے کہ حکومت کے اس اختیار کو ختم کردیا جائے اور اسکے بجائے مسلم تنظیموں کے عہدیداروں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔۱۹۵۴ء کے قانون میں ڈپٹی سکریٹری کے رتبے کے سرکاری عہدیدار کو رکن نامزد کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔حکومت کو کبھی شکایت نہیں رہی کہ ایسے کسی عہدیدار کی عدم موجودگی کی وجہہ سے حکومت کو اپنی ذمہ داری سے عہد بر آہونے میں دشواری پیدا ہوئی ہو۔مزید برآں یہ کہ خود چیف ایکزیکٹیو آفیسر جو وقف بورڈ کا سکریٹری بھی ہوتا ہے وہ ایک سرکاری عہدیدار ہوتا ہے۔اس لئے مزید کسی سرکاری عہدیدار کی بورڈ کی موجودگی مناسب نہیں ہے۔

۸۔ چیف ایکٹریکٹیو آفیسر کے بارے میں یہ تجویز رکھی گئی ہے کہ وہ بحیثیت ڈسٹرکٹ کلکٹر اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کام کرچکا ہو یا ریاست کی کسی اور سرویس میں ایسے عہدہ پر فائز رہا ہو جو ضلع مجسٹریٹ وکلکٹر کے رتبے سے کم نہ ہو۔عموماً تحصیلدار' معالمت دار' منڈل ریونیو آفیسرس اور بلاک آفیسر کے رتبے کے عہدیدار یا زیادہ سے زیادہ ڈپٹی کلکٹر یا ریونیو ڈیوثیرنل آفیسر رتبے کے عہدیدار نامزد کئے جاتے اور یہ دیکھا گیا ہے کہ عہدیدار ضلع کلکٹر کے ذریعہ جو کام کروانا ہے وہ کام نہیں کرواسکتے۔اگر ایک آئی اے ایس آفیسر وقف بورڈ کا چیف ایکزیکٹیو آفیسر ہوتو اسکے مراسلہ کونظر انداز کرنا سرکاری دفاتر کے عہدیداروں کیلئے مشکل ہوتا ہے۔موجود قانون چیف ایکزیکٹیو آفیسر کو یہ اختیار بھی دیتا ہے کہ وہ چند وجوہات کو بتاتے ہوئے وقف بورڈ کے کسی فیصلے کو نظر انداز کردے یا روبہ عمل نہ لائے اور حکومت سے ہدایت حاصل کرے۔یہ بات وقف بورڈ کی داخلی خودمختاری کے خلاف ہے۔ایکزیکٹیو آفیسر کو ایسے اختیار نہیں دینا چاہئے کہ جس سے وقف بورڈ جسکی نوعیت مسلمانوں کے منتخبہ نمائندوں کے اداروں کی ہے اسکی اہمیت گھٹ جائے۔

۹۔ قانون وقف میں بورڈ کو اوقاف کے انتظام کیلئے انتظامی آفیسر (ایکزیکٹیو آفیسر) اور اسکے عملے کو مقرر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔بورڈ کی جانب سے اس میں یہ ترمیم تجویز کی جارہی ہے کہ ایکزیکٹیو آفیسر کے تقرر کا اختیار بورڈ کو اس وقت حاصل ہونا چاہئے جبکہ کسی متولی کے خلاف اسکو علحدہ کرنے کی انکوائری چل رہی ہو اور متولی کی جانب سے پیش کی گئی صفائی کا جائز لینے کے بعد بورڈ کو اس وقت کے بہتر انتظام ایکزیکٹیو آفیسر کے تقرر کو ضروری سمجھے۔ایکزیکٹیو آفسر کا تقرران اصولوں پر ہونا چاہئے جنکی بنیاد پر ضابطے دیوانی آرڈر (۴۰) رول (۱) کے تحت ایک دیوانی عدالت رسیور کا تقرر کرتی ہے۔

۱۰۔ موجودہ قانون کے تحت متولی کو قرض دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔شریعت اسلامی میں کسی ضرورتمند کو قرض دینا خیر کا کام ہے اور ایسے کئی اوقاف ہیں جنکے مقاصد میں ضرورتمندوں اور غریبوں کو قرض حسنہ فراہم کرنا شامل ہے۔شریعت کے تحت ایک بھی وقف کے مقاصد کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ وہ قابل عمل اور قابل حصول ہیں۔اس لئے یہ پابندی شریعت اسلامی کے خلاف معلوم ہوتی ہے اس لئے متعلقہ دفعہ کو حذف کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے اور اسکے بجائے یہ گنجائش فراہم کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے کہ متولی کو سنی لاء یا شیعہ لاء کے تحت تابع کہ متعلقہ وقف ہو وقف بورڈ سے منظوری حاصل کیئے بغیر قرض حسنہ دینے کا اختیار نہ ہوگا۔

۱۱۔ موجودہ قانون میں ایک دفعہ موجود ہے جسکے تحت ایسے وقف کو جو کہ وقف بورڈ میں رجسٹرڈ نہ ہو عدالتی چارہ کار یا ایسے حقوق کے استقرار کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔یہ قانون وقف ۱۹۹۵ء کا سب سے زیادہ نقصان رساں دفعہ ہے اگر متولی یا اس وقف کے ذمہ داروں کی کسی غلطی کی وجہ سے وقف کو اسکے حقوق سے محروم کیا جاسکتا۔یہ بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ ملک میں ایسے بے شمار اوقاف ہیں جو کسی متولی کے تحت نہیں ہیں اور جو وقف علی الا استعمال (Wakf by User) کی نوعیت رکھتے ہیں۔

اگر ان کا رجسٹریشن نہیں ہوسکا تو دراصل یہ سروے کا نقص ہے جسکے لئے سروے کے عہدیداران ذمہ دار ہیں۔

۱۲۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی جانب سے نادار ومفلس مطلقہ خواتین کی مدد کیلئے ایک فنڈج قائم کرنے سے متعلق دفعہ کے اضافہ کی تجویز رکھی گئی ہے۔مسلم مطلقہ کے حقوق کے قانون کے تحت بعض صورتوں میں ایک مسلم مطلقہ کو گذارہ دینا وقف بورڈ کی ذمہ داری ہے اس لئے اس قانونی ذمہ داری پرعمل آوری کیلئے ایسے فنڈ کے قیام سے متعلق دفعہ کا اضافہ ضروری ہے۔

ترمیمی قانون وقف ۲۰۱۳ء

سابق مرکزی وزیر اقلیتی بہود جناب سلمان خورشید صاحب نے ۲۰۱۰ء ایک بل لوگ سبھا سے غیر ضروری عجلت میں منظور کروایا جو خامیوں سے پرتھا۔آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے کوئی (۴۰) خامیوں کی نشاندہی کی اور ترمیمات کی تجاویز زیر موصوف کے سامنے رکھیں لیکن وزیر موصوف نے جب یہ بل راجیہ سبھا میں پیش ہوا تو کئی مسلم اور غیر مسلم ارکان نے اس پر اعتراض کیا جس کے بعد یہ بل سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کیا گیا۔ سلیکٹ کی رپورٹ کے بعد ترمیمات کے ساتھ بل اگسٹ ۲۰۱۳ء میں راجیہ سبھا اور پھر لوک سبھا سے منظور ہوا اور ۲۰/ ستمبر ۲۰۱۳ء کو صدر جمہوریہ نے اس پر دستخط کئے اور ۲۳/ ستمبر ۲۰۱۳ء کو یہ گورنمنٹ آف انڈیا گزٹ میں شائع ہوا۔

اس ترمیمی بل میں بھی کئی نقائص ہیں چنانچہ ۲۲/ ستمبر ۲۰۱۳ء کو منعقدہ اجلاس عاملہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ جو پرسنل لابورڈ نے طے کیا کہ اس میں ترمیم کے لئے کوشش کی جاتی رہے گی اور اس کے علاوہ اوقافی جائیدادوں پر ناجائز قبضوں کے انخلا کے لئے ایک الگ موثر قانون بنانے کے لئے بھی کوشش کی جائے گی جس کا کئی وقت وعدہ جناب کے۔رحمٰن خان صاحب موجودہ مرکزی وزیر اقلیتی بہبود نے کیا۔

ان دونوں سمتوں میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی کوششیں جاری ہیں۔

۞۞۞

بقیہ: مسلم پرسنل لابورڈ۔ماضی اور حال کے آئینے میں

اس نے اس بات کو ایک مرتبہ پھر واضح کردیا اس ملک کا ہرمسلک ومشرب کا مسلمان بورڈ کے ساتھ ہے اور ساتھ رہے گا انشاء اللہ۔اور بورڈ مسلمانوں کی خدمت کا فریضہ مسلسل انجام دیتا رہے گا۔اس مضمون کو بورڈ کے سکریٹری مولانا محمد ولی رحمانی کے اس فکرانگیز پیغام پر ختم کرتا ہوں۔

’’آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا کارواں میری نظر میں بڑا محترم ہے،اوراس کی خدمت دین ودنیا میں کامیابی وکامرانی اوراجروثواب کا ذریعہ ہیں۔اور ہمارا یہ بورڈ مسلمانانِ ہند کا متحدہ ادارہ ہے،مسلم پرسنل لاء بورڈ کی تاریخ ایمان ویقین کے متوالوں کی تاریخ ہے، بصارت وبصیرت، جرات وعزیمت کی تاریخ ہے،صبروبرداشت،احتیاط وپرہیز کے ساتھ سوز دروں اور جذب وجنوں کی تاریخ ہے، بروقت فیصلے اور فیصلوں پر مسلسل عمل کی تاریخ ہے، وہ احتیاط جو بزدلی کا تحفہ دے، وہ پرہیز جو حالات سے گریز سکھائے، وہ صبر جو ظلم مسلسل کی حسین تعبیر تلاش کرے اور وہ برداشت جو بے عملی تک پہونچادے، زندہ افراد اور زندہ اداروں کے لئے نہ قابل قبول ہے اور نہ گوارہ!اس بورڈ پر الحمدللہ نہ صرف ملت اسلامیہ کو اعتماد ہے بلکہ پورا ملک اس کے فیصلوں کو سننے کا منتظر رہاہے، بزرگوں کی یہ امانت قابل قدر بھی ہے لائق شکر بھی، اور ہر لحاظ سے اس کی مستحق ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے، اسے ترقی دی جائے، اور ہم سبھوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنی انفرادیت، مسلک ومشرب کے فاصلوں اور جماعتی حلقہ بندیوں سے بلند ہوکر صرف دین کی سربلندی اور ملت اسلامیہ کی بہی خواہی کی خاطر اس سمندر میں ضم ہوجائیں اور ہم میں سے ہرایک کی انفرادیت موتی کی طرح سمندر کی تہ میں رہے جس سے سمندر کا وقار ووزن تو بڑھے، مگر اس کی روانی میں کوئی فرق نہ آئے۔‘‘

۞۞۞

۞

نیا وقف ایکٹ۔ کام ابھی باقی ہے

مولانا محمد ولی رحمانی (سکریٹری بورڈ، مونگیر)

۲۰۱۰ء میں وقف ایکٹ کا ترمیم شدہ مسودہ غور وفکر کے لیے لوک سبھا میں پیش ہوا، اور لوک سبھا نے ایک جھٹکے میں اس کی منظوری دیدی، اس وقت کے وزیر جناب سلمان خورشید نے یہی چاہا کہ یہ کمزور اور کئی لحاظ سے وقف کی جائداد کے لیے نقصان دہ مسودہ قانون پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظور ہوجائے، اور ملی جماعتیں خاص طور پر مسلم پرسنل لا بورڈ جو ترمیمیں چاہتا ہے، ان پر ''پھر کبھی غور کرلیا جائیگا—''

لوک سبھا سے منظوری کے بعد اس مسودہ قانون کی مخالفت میں شدت سی آگئی، راجیہ سبھا میں بل آیا، اور بحث کے مرحلے گذرتے رہے، جناب سلمان خورشید صاحب نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی کہ جو مل رہا ہے اسے لے لینا چاہئے، اور مزید بہتری کی کوشش جاری رکھنی چاہئے، میں نے ان سے عرض کیا کہ جو مل رہا ہے اس میں زہریلے اجزاء زیادہ ہوگئے ہیں، بات چیت چل رہی تھی کہ انہوں نے اخبار کے ذریعہ اطلاع دیدی کہ وقف بل میں کوئی ترمیم نہیں ہوگی——

مسلم پرسنل لا بورڈ وقف بل کی بعض دفعات کے خلاف تھا، جس میں ایک دفعہ وقف کی تعریف کی تھی، اس تعریف کی رو سے وقف کوئی مسلمان ہی کرسکتا تھا، بورڈ کا کہنا تھا کہ وقف کسی مذہب کا ماننے والا کرسکتا ہے، اور بھارت میں کئی اہم اوقاف غیر مسلموں کے قائم کیے ہوئے ہیں، مسجدوں کی تعمیر انہوں نے کرائی ہے، اس لیے وقف کی تعریف ایسی ہونی چاہئے، جس کے نتیجہ میں سارے قائم کیے گئے اوقاف، وقف باقی رہیں، چاہے واقف غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ رجسٹرڈ وقف کو ہی قانونی چارہ جوئی کا حق حاصل ہوگا——بہت سے اوقاف رجسٹرڈ نہیں کرائے گئے، مگر وہ وقف ہیں، اور وقف کی حیثیت سے اس کا استعمال ہورہا ہے— مگر اس دفعہ کی وجہ سے ان اوقاف کی قانونی حیثیت کمزور ہوگی، اور عدالت میں انہیں چارہ جوئی کا حق باقی نہیں رہے گا، جس کے نتیجہ میں بہت سے اوقاف پریشانی میں پڑسکتے ہیں——باوجودیکہ غیر رجسٹرڈ وقف بھی قانوناً وقف مانے جاتے رہے ہیں، اور سپریم کورٹ کا فیصلہ بھی یہی ہے!— مگر بل میں ایسی دفعہ اوقاف کے الجھاوے کا ذریعہ ہوگی!——

ایسی کئی چیزیں تھیں جن کی وجہ سے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس مسودہ قانون سے اختلاف کیا، راجیہ سبھا کے چیرمین جناب حامد انصاری تک بات گئی، انہیں بھی ان تفصیلات کے جاننے کے بعد حیرت ہوئی، جناب ملائم سنگھ اور جناب رام بلاس پاسوان نے واضح اور مضبوط موقف اپنایا، اور اس کا اظہار ذمہ داروں سے کیا، آخر کار جناب احمد پٹیل اور محترمہ سونیا گاندھی نے مداخلت کی، ساری کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ وقف کے قانون کا ترمیم شدہ مسودہ سلیکٹ کمیٹی کے حوالہ ہوگیا، جس کے چیرمین پروفیسر سیف الدین سوز صاحب بنائے گئے۔

سلیکٹ کمیٹی کو چھ ہفتہ میں رپورٹ دینا تھی، مگر کام پھیل گیا، اور سال بھر سے زیادہ کا عرصہ لگ گیا، تب رپورٹ تیار ہوئی، سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ کے بعد بھی نکتے آتے رہے، بحث ہوتی رہی، کئی نازک مرحلے آئے، اور یہ شبہ یقین سے بدلنے لگا کہ موجودہ لوک سبھا میں یہ مسودہ قانون منظور نہیں کیا جاسکے گا، جس کے پیچھے چھوٹے درجہ کی ''سیاسی چاہ''تھی — کبھی کبھی سیاسی مونچھ اور ناک اور کبھی ہلکی سی سیاسی مصلحت بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے، اور بنی بنائی بات بگڑ جاتی ہے!

یہ مرحلہ بھی گذر گیا اور وقف کے قانون کا یہ ترمیم شدہ مسودہ بہت سی نئی ترمیمات کے ساتھ راجیہ سبھا سے منظور ہوا، پھر ۵ر ستمبر ۲۰۱۳ء کو لوک سبھا نے بھی عمدہ بحث کے بعد اس کی منظوری دیدی، اس موقعہ پر جناب سید شہنواز حسین صاحب، جناب اسدالدین اویسی، جناب پربھوناتھ سنگھ اور تیلگو دیشم پارٹی کے نمائندہ نے پارلیمنٹ میں عمدہ تقریریں کیں، زیر

بحث مسودہ کی خامیوں کو واضح کیا، مگر پارلیمنٹ سے منظور کرانے میں پوری مدد دی۔

اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ پارلیمنٹ کے پچھلے ساڑھے چار سال سے زیادہ کے عرصہ میں کوئی بھی مسودہ قانون اتنے غور وفکر، بحث وتمحیص کے بعد نہیں منظور ہوا، اور کسی بل کو اتنی پارٹیوں کے نمائندوں نے ایسا سپورٹ نہیں دیا تھا، اور نہ ایسی تائید کسی بل کو ملی تھی! — شاید اسی پس منظر کی وجہ سے جناب اے کے انٹونی (وزیر دفاع) نے کھلے لفظوں میں جناب کے رحمٰن خان کو مبارکباد دی، اور کہا کہ اس قانون سازی نے آپ کا وزن بڑھا دیا ہے۔

یہ قانون سازی وقف جائداد کی حفاظت اور ترقی کے لیے حکومت ہند کا مثبت قدم ہے، حکومت ہند نے ملی جماعتوں بالخصوص آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ سے گفت وشنید کر کے مسودہ قانون کی خامیوں کو بڑی حد تک دور کیا، جس میں جناب کے رحمٰن خان صاحب کے تجربہ، دلچسپی اور ایجابی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ اب یہ قانون ایسی شکل میں آگیا ہے، جسے مسلمانان ہند بہتر قانون سمجھ کر قبول کریں گے، اور اس سے بہتر امیدیں وابستہ کریں گے —

قانون سازی میں دخل اندازی، ترمیم وتبدیلی، حذف واضافہ اور خوب تر کی راہ نکالنا میرا پرانا ''پیشہ'' ہے، مگر رائٹ ٹو ایجوکیشن (مفت اور لازمی حصول تعلیم کے حق کا قانون) وقف کا یہ نیا قانون اور ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ (جو ابھی پردہ خفا میں ہے) میں ترمیم کی کوشش میری زندگی کا خوشگوار مگر تکلیف دہ تجربہ ہے ! جس کے پر پیچ تجربات نے مجھے بہت کچھ بتایا اور سکھایا ہے، فرصت ملی تو یہ تجربات بھی لکھے جائیں گے۔

وقف کا پرانا قانون تبدیلیوں اور توانائیوں کے ساتھ دونوں ایوانوں سے منظور ہوا، صدر جمہوریہ کے دستخط اور گزٹ کے بعد یہ ملک کا قانون ہے، گہری نظر سے دیکھنا چاہئے، کہ اس قانون سے کیا کیا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، وقف کی ترقی، استحکام کے لیے کیا کچھ ہوسکتا ہے اور اس کی افادیت کو کس طرح بڑھایا جاسکتا ہے، ساتھ ہی اس قانون کو مزید توانا اور مزید موٴثر بنانے کیلئے کیا کچھ کیا جاسکتا ہے۔

سر دست جائزہ لیجئے، کہ پچھلے وقف کے قانون کے مقابلہ میں تازہ قانون کی خاص باتیں کیا ہیں؟ اور نئی قانون سازی نے کیا کچھ دینا چاہا ہے :

۱ —— اس قانون میں وقف کی ایسی تعریف کی گئی ہے جسکے نتیجہ میں کسی بھی مذہب کے ماننے والے نے وقف کیا ہو اور کبھی بھی کیا ہو، وہ تسلیم شدہ اور قانونی طور پر وقف ہی مانا جائے گا۔

۲ —— ناجائز قبضہ (انکروچمنٹ) کی جامع وضاحت کی گئی ہے، جس کے نتیجہ میں وقف کی جائداد پر ناجائز قبضہ کی اچھی وضاحت ہوگئی، اس شق کو وقف کی جائداد پر ناجائز قبضہ سے ''خالی کرانیوالے قانون'' کے ساتھ جوڑ کر دیکھنا چاہئے!

۳ —— اگر وقف کا سروے نہیں ہوا ہے۔ تو ہر اسٹیٹ کی ذمہ داری ہے کہ اس قانون کے نفاذ کے بعد ایک سال کی مدت میں سروے مکمل کرلے۔ تاکہ ممکن حد تک کوئی وقف جائداد غیر رجسٹرڈ نہ رہ جائے۔

۴ —— ریونیو ڈپارٹمنٹ کے افسروں کی ذمہ داری ہے کہ اوقاف کی فہرست کے پیش نظر زمین کے کاغذات (لینڈ ریکارڈس) کو فائنل کرلیں، اور اسی لحاظ سے داخل خارج (موٹیشن) کریں۔

۵ —— سکشن۔۶ سے ''کوئی شخص جو اُس وقف سے دلچسپی رکھتا ہے'' کو ختم کردیا گیا، اور اسکی جگہ ''کوئی شخص جو متأثر ہوتا ہے'' کردیا گیا۔ وقف کی جائداد میں اختلاف اور مقدمہ کی شکل میں اسکا بڑا فرق پڑ جائیگا، اور دور رس اثرات ہوں گے۔

۶ —— سکشن۔۳۲ سے وقف بورڈ کا یہ اختیار ختم کردیا گیا کہ وہ وقف کی غیر منقولہ جائداد کو فروخت کرسکتا ہے، تحفہ میں دے سکتا ہے، رہن رکھ سکتا ہے یا تبادلہ کرسکتا ہے۔

۷ —— سکشن۔۵۱ میں نئی دفعہ بڑھائی گئی ہے، جسکے ذریعہ اصولی طور پر وقف جائداد بیچنے، تحفہ میں وقف جائداد دینے، تبادلہ کرنے، رہن رکھنے کی گنجائش ختم کردی گئی ہے مگر وقف کی ترقی کیلئے صوبائی وقف بورڈ کو مخصوص اور وسیع اختیارات دیئے گئے ہیں۔

۸ —— وقف کی جائداد کو لیز پر دینے کی مدت اب تیس سال کردی گئی ہے۔ تاکہ وقف کی جائداد کو ترقی دی جاسکے !

۹ —— وقف ٹری بیونل کو سہ نفری بنایا گیا ہے، جسمیں جج کے علاوہ

ایڈمنسٹریشن کا نمائندہ اور ایک اسلامی اسکالر بھی ہوگا، اور ٹری بیونل کے دائرہ کار کو بڑھایا گیا ہے۔

۱۰ ـــــ بہت زیادہ اختلافی دفعہ ۷ ۸ ختم کردی گئی، جسکے نتیجہ میں غیر رجسٹرڈ وقف کی قانونی چارہ جوئی کا حق ختم ہورہا تھا۔اور بہت سے اوقافی جائداد کو خطرہ لاحق ہوسکتا تھا۔

۱۱ ـــــ دفعہ ۱۰۸ ارائے بڑھایا گیا جسکے نتیجہ میں کسی بھی قانون کا وقف کی جائداد پر اثر نہیں ہوگا، اور موقوفہ جائداد اپنی جگہ مستحکم رہے گی۔

۱۲ ـــــ تازہ ایکٹ نے سنٹرل وقف کانسل کو مضبوط کیا ہے، اسکے اختیارات بڑھائے ہیں، اور صوبائی وقف بورڈوں کو ایک حدتک سنٹرل وقف کانسل کے سامنے جوابدہ بنانے کی کوشش کی ہے !

وقف کے نئے قانون کی یہ اہم دفعات ہیں، جنکی وجہ سے یہ کہنا درست ہوگا، کہ پچھلے قانون کے مقابلہ یہ قانون وقف کے حق میں مفید، مضبوط اور وقف کی جائداد کی حفاظت کرنیوالا ہے۔ساتھ ہی میری یہ بھی رائے ہے، کہ اس قانون میں فوری طور پر مزید ترمیم کی ضرورت ہے، جسکے لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے کوششیں شروع کردی ہیں ـــــ

میری رائے میں کم از کم جو ترمیم ہوجانی چاہئے، ان میں ایک اہم چیز یہ ہے کہ وقف ایکٹ میں وضاحت ہے، کہ اکوائر کی ہوئی موقوفہ جائداد کا معاوضہ بازار کی قیمت کے مطابق دیا جائیگا، جبکہ پارلیمنٹ کے اسی سیشن میں لینڈ ایکوزیشن ایکٹ میں بھی تبدیلی ہوئی، اور اسمیں شہری جائداد کا معاوضہ دوگنا اور دیہی جائداد کا معاوضہ چار گنا متعین کیا گیا ہے، ـــــ

۱ ـــــ معاوضہ میں اس بے توازنی کا خاتمہ پارلیمنٹ کے اگلے اجلاس میں ضروری ہے۔اس ترمیم میں یہ صراحت بھی ضروری ہے کہ وقف جائداد کے ایکوزیشن کے بعد چھ ماہ میں حکومت اس کا معاوضہ متعلق وقف کو دے گی ،اور اس رقم کا مصرف واقف کی منشاہی ہوگی۔ یہ ترمیم وقف ایکٹ میں بھی کی جاسکتی ہے، اور لینڈ ایکوزیشن ایکٹ میں تبدیلی بھی کافی ہوگی ـــ

۲ ـــــ سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ میں صراحت کی ہے، جو جائداد ایک بار وقف ہوگئی وہ ہمیشہ وقف رہیگی ـــــ سپریم کورٹ کے اس فیصلہ میں کبھی تبدیلی بھی آسکتی ہے، اسلئے محفوظ راستہ یہی ہے کہ اس جملہ کو وقف ایکٹ کا حصہ بنادیا جائے، اس کے اثرات دوررس ہوں گے۔اور یہ جملہ حکومت کی پالیسی سے نہیں ٹکراتا۔

۳ ـــــ ایک یا ایک سے زیادہ ٹری بیونل کی ہر صوبہ/ یونین علاقہ میں گنجائش ہونی چاہئے، ایکٹ میں یہ بھی وضاحت ہونی چاہئے کہ اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد ٹری بیونل کو تین مہینہ میں ورکنگ پوزیشن میں لایا جائیگا، اور تین مہینہ سے زیادہ مدت تک اسکی کرسی خالی نہیں رہیگی، اسی طرح ٹری بیونل میں کسی معاملہ کے پہونچنے کے ایک سال کے اندر فیصلہ ہوجانا ضروری ہے ـــــ عام طور پر دوسرے ٹری بیونل میں فیصلہ کی مدت ایک سال ہے ـــــ ٹری بیونل کا ایک نفری ہونا اور سینئر ڈسٹرکٹ جج یا ہائی کورٹ کا جج (ریٹائرڈ) ہونا مناسب ہے۔سہ نفری ٹری بیونل کی جو تفصیل ہے، اس کے نتیجہ میں صوبائی حکومت کی مداخلت کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔

۴ ـــــ اسٹیٹ وقف بورڈ چیف منسٹر کے رحم وکرم پر زندہ رہتا ہے، جو غلط ہے ـــــ صوبائی حکومت کا قانوناً فرض ہونا چاہئے، کہ وہ اسٹیٹ وقف بورڈ کو تین ماہ میں ورکنگ پوزیشن میں لے آئے، اور اسکے سپر سیشن کیلئے مرکزی ایکٹ کے ساتھ واضح رول بنائے جانے چاہئیں۔

۵ ـــــ نچلی عدالتوں یا کسی اتھاریٹی میں وقف سے متعلق جتنے بھی معاملات زیر سماعت ہیں، قانوناً انہیں ٹری بیونل میں منتقل ہوجانا چاہئے، بشرطیکہ وہ عدالت یا اتھاریٹی میں سماعت کے بعد فیصلہ پر نہ ہوں۔

۶ ـــــ سنٹرل وقف کانسل کی تشکیل کے طریقہ میں بھی تبدیلی ضروری ہے، عام طور پر سنٹرل وقف کانسل میں وہ لوگ رکن بنائے جاتے رہے ہیں، جنہیں وقف کے موضوع سے دلچسپی نہیں ہوتی، اور نہ ان پر وقف کی اہمیت اور شرعی حیثیت واضح ہوتی ہے! ـــــ اس کے ارکان میں ملک کی معروف ملی جماعتوں کی صحیح نمائندگی بھی ضروری ہے۔

۷ ـــــ اسٹیٹ وقف بورڈ کی تشکیل کے سلسلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ نے واضح تجویز پیش کی تھی، جسے یکسر نظر انداز کردیا گیا، جسکی وجہ صرف یہ ہے کہ قانون ساز حضرات اور حکومتیں نہیں چاہتیں کہ وقف بورڈ میں تجربہ کار با حوصلہ غیر سرکاری قسم کے ارکان آئیں، اور وقف بورڈ میں حکومت کے دباؤ سے کچھ آزاد غیر حکومتی سوچ اور عمل والے ممبران کی تعداد بڑھے ـــــ میں اس طرز فکر کو جمہوریت میں غلامی کی ذہنیت سمجھتا ہوں۔اور مسلم تنظیموں کے عہدہ داروں میں سے کسی دو کو بورڈ کا ممبر بنانے کے حق میں ہوں، تاکہ تنظیمی

کاموں کے تجربہ کی وجہ سے وقف کو فائدہ پہونچایا جا سکے۔

۸ ـــــ وقف جائداد کو اکوائر کرنے کے سلسلہ میں وقف ایکٹ (تازہ) کی دفعہ 51 A کو دفعہ ۹۱ کے ساتھ ہونا چاہئے تھا، دونوں کے الگ ہونیکی وجہ سے عدالتوں میں غلط ترجمانی کی گنجائش پیدا ہوسکتی ہے، جسکے نتیجہ میں فیصلے بھی غلط آسکتے ہیں، میں نے اس سلسلہ میں زبانی اورتحریری طریقہ پر متوجہ کیا تھا،مگر شاید اس ''عدالتی نکتہ'' کی بات افسروں کی سمجھ میں نہیں آئی۔

۹ ـــــ اسی حصہ میں جہاں Place of Public worship Act. (عوامی عبادت گاہ کا قانون ۱۹۹۱ء) کی بات کہی گئی ہے، وہ صحیح ہے اسمیں عوامی عبادت گاہ کے ساتھ ساتھ مسجد، مقبرے، خانقاہ، قبرستان، امام باڑہ، درگاہ عیدگاہ کا ذکر ہونا ضروری تھا، جیسا کہ وزارت اقلیتی امور کے وقف کے قانون کے مسودہ میں آخر تک موجود تھا،اور کیبنٹ سے بھی اسی طرح منظور ہوا تھا، شاید یہ حصہ بالکل آخری مرحلہ میں علیحدہ کیا گیا، اسے ہونا ہی چاہئے !ـــــ پھر وقف کی جائداد کے ایکوزیشن کے لئے'' پبلک پرپس'' (عوامی مقاصد رفائدہ) کو بہت واضح کرنا، بیحد ضروری ہے، سپریم کورٹ کے کئی فیصلے ہیں اوران کے پیش نظر پبلک پرپس (عوامی مقاصد یا مفاد عامہ) کا دائرہ گھٹتا بڑھتا رہا ہے!ـــ تازہ لینڈ ایکوزیشن ایکٹ میں بھی پبلک پرپس کو بہت زیادہ پھیلا دیا گیا ہے، وقف کی جائداد کے ایکوزیشن کے لیے واضح حدبندی ضروری ہے !

۱۰ ـــــ تازہ وقف ایکٹ بہتر ہے، لیکن اسکی بہت بڑی کمی یہ ہے کہ اسمیں PPA طرز کا کوئی مضبوط قانون نہیں ہے ـــــ یعنی وقف کی جائداد سے ناجائز قبضہ کو ہٹانے والا مضبوط قانون نہیں ہے ـــــ آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے برابر اس قانون سازی پر اصرار کیا ہے، جناب رحمٰن خانصاحب کی طلب پر میں نے اس طرز کا مسودۂ قانون جنوری ۲۰۱۳ء میں دیا تھا، پھر ان کے اس کہنے پر کہ یہ بہت طویل ہے (وہ اٹھارہ صفحات پر مشتمل تھا) میں نے ایک صفحہ کا مسودہ قانون ان کی خدمت میں پیش کیا،مگر وزارت اقلیتی امور کی سست رفتاری کی وجہ سے پارلیمنٹ کے سیشن (اگست، ستمبر ۲۰۱۳ء) کی ابتداء تک اسے قطعی شکل نہیں دیجا سکی، اس کا نام ''وقف ایوکشن بل ۲۰۱۳ء'' ہے۔

اس بل کا مسودہ ۳۰ راگست کو وزارت قانون بھیجا گیا، اور ناسپاسی ہوگی اگر یہ نہ لکھا جائے کہ جناب کپل سبل نے مجھ سے کئے وعدہ کا لحاظ کیا، اور خلاف معمول ۳ رستمبر کو وزارت قانون نے اسے فائنل کر کے (بہت کم وقت میں) وزارت اقلیتی امور واپس کردیا،مگر وزارت اقلیتی امور نے اسے پارلیمنٹ تک پہونچانیکی کوئی کوشش نہیں کی ـــــ یہ بل ابھی بھی کمزور ہے، اسکی کمزوری کو دور کرنے کیلئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مستعد ہے، وزارت اقلیتی امور ارادہ کرلے تو مزید بہتری کے ساتھ یہ بل پارلیمنٹ کے اگلے اجلاس میں منظور کرایا جاسکتا ہے۔

ہمیں اس اہم مرحلہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ قانون کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو، وہ ہے بے جان چیز ـــ جاندار انسان جب اسے برتنے کا ارادہ کرتا ہے،عمل کرتا ہے،عمل پر لوگوں کو آمادہ کرتا ہے، اور پھر قانون سے فائدہ پہونچنے لگتا ہے، تو عام لوگوں کی نگاہ میں قانون کی اہمیت اور افادیت کھل کر سامنے آتی ہے، اور کام کے نمونوں کو دیکھ کر وہ لوگ بھی اس قانون سے فائدہ اٹھانے لگتے ہیں، جن کی نگاہ قانون اور اس کی تفصیل پر نہیں ہوتی۔

ہم سبھوں کی کوشش ہونی چاہئے، کہ وقف کے نئے قانون کے ذریعہ اوقاف کی جائداد کی حفاظت اور ترقی کی راہ نکالیں، جس کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ جہاں جہاں وقف کی جائداد یں ہیں، ان کی فہرست بنا کر انہیں صوبائی وقف بورڈ میں رجسٹرڈ کرائیں، (چاہے وہ کسی کے قبضہ میں ہی کیوں نہ ہو) رجسٹریشن کے بعد اس کے لیے کام کرنے والے افراد کی مقامی کمیٹی وقف بورڈ کے ذریعہ بنوائیں، اس کے بعد پہلے اخلاقی اور بعد میں قانونی طور پر اس وقف جائداد کو خالی کرانے کی جدوجہد شروع کردیں۔

وقف کی بڑی بڑی اور چھوٹی چھوٹی جائیدادیں پورے ملک میں ہیں، بڑے شہروں میں اکثر وبیشتر جائیدادوں پر صوبائی یا مرکزی حکومتوں کا قبضہ ہے، یہ قبضہ ناجائز ہے، وقف کا شرعی قانون ہے، اور سپریم کورٹ کا فیصلہ بھی ہے، کہ جو چیز ایک بار وقف ہوگئی، وہ ہمیشہ وقف ہی رہے گی، ان چیزوں کو سمجھ کر وقف جائدادوں کے رجسٹریشن کا کام شروع کردینا ضروری ہے، یہ کام آگے بڑھے تو وقف کی ترقی، جائیدادوں کو خالی کرانے کا کام ہونا چاہئے، اس طرح منظّم طریقے پر مسلسل پروگرام بنا کر نہ تھکنے والے ارادہ کے ساتھ کام کیا جائے، تو بہت بڑی اجتماعی جائداد تیار ہوجائے گی، اور ملت اسلامیہ خود کفیل ہوتی چلی جائے گی۔

خدائی منصوبہ بندی یا خاندانی منصوبہ بندی؟

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (سکریٹری بورڈ، حیدرآباد)

ہم جس کائنات میں رہتے ہیں، وہ جس قدر خوبصورت ہے، اسی قدر منصوبہ بند بھی ہے، صبح سے شام تک دُنیا میں جو کچھ واقعہ پیش آتا ہے، غور کیا جائے تو وہ ایک پروگرام اور منصوبہ بندی سے مربوط ہے، قدرت کے مرتب کئے ہوئے نظام الاوقات کے مطابق ہی سورج اپنی آنکھیں کھولتا ہے اور اپنی روشن اور گرم کرنوں کے ذریعہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو روشن اور گرم کرتا جاتا ہے، انسان ہو کہ چرند و پرند، ہر ایک اپنی غذا کی تلاش میں زمین پر دوڑ پڑتے ہیں، پھر جب انسان دن بھر کی محنت سے تکان محسوس کرنے لگتا ہے، تو سورج اپنی کرنوں کو سمیٹنے لگتا ہے، یہاں تک کہ سورج چھپ جاتا ہے اور رات اپنی دلآویز چاندنی یا سیاہ نقاب کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے، تاکہ انسان ہو یا چرند و پرند، اپنے گھر کو واپس آجائیں، راحت و آرام کی سانس لیں اور رات کی سیاہ چادر میں منھ چھپا کر سو جائیں، اس پرسکون اور خاموش فضا میں شبنم مسلسل ان پر نثار ہوتی رہتی ہے اور گل بوٹے بھی عطر بیزی کرتے رہتے ہیں، کہ دن بھر کا تھکا مسافر چند ساعت سکون و راحت کے ساتھ گزار لے۔

پھر خدا نے اس زمین کے لئے کیسے کیسے موسم رکھے، سخت گرمی کہ بدن جھلسا جا رہا ہو، یہ گرمی جو بظاہر تکلیف اور زحمت کا باعث ہے، سمندر کو گرماتی ہے اور جوش دیتی ہے، یہاں تک کہ اس سے بھاپ نکلنے لگتی ہے، پھر ہوائیں آتی ہیں اور اس بھاپ کو اپنی آغوش میں اٹھائے اٹھائے فضاؤں میں گھومتی رہتی ہیں اور انھیں جمع کر کے بادل بناتی ہیں، ٹھیک جب گرمی اپنے شباب پر ہوتی ہے تو یہ پانی سے بھرپور بادل زمین کی طرف اُترتے ہیں اور کائنات کی پیاس بجھاتے ہیں، زمین پانی کو اپنے اندر جذب کرتی ہے اور اپنا سینہ چیر کر لہلہاتی ہوئی سبزہ زار کھیتیاں حضرت انسان کے حوالہ کرتی ہیں، زمین انھیں پالتی ہے، بارش ان کو پانی پلاتی ہے اور شبنم ان پودوں کی بے روح بالیوں کو دانے کے وجود میں آنے کا باعث بنتی ہے، کتنے منصوبہ اور حسن انتظام کے ساتھ قدرت کا یہ کاروبار بلا وقفہ اپنا کام کر رہا ہے۔

پھر مختلف نباتات اور حیوانات کی افزائش کا نظام بھی دیکھیں تو قدرت کی وسیع منصوبہ بندی کا شاہکار ہے، شیر کو سب سے طاقتور حیوان مانا گیا ہے، بڑا سے بڑا جانور اس کے لئے لقمۂ تر ہے، اپنی حفاظت اور مدافعت اس پر چنداں دشوار نہیں؛ لیکن شیر کی نسلیں ختم ہوتی جاتی ہیں اور آج شیر کی نسلوں کو باقی رکھنے کے لئے کتنے ہی جوکھم کئے جا رہے ہیں، ہاتھی اس سے بھی بڑے جسم کا جانور ہے، اس کا ایک قدم کئی انسانوں کی جان لینے کے لئے کافی ہے؛ لیکن اس کی نسلیں بھی دن بدن کم ہوتی جاتی ہیں، بکری ایک کمزور اور نحیف الجثہ جانور ہے اور ایک کتا بھی اس کو پھاڑ کھانے کے لئے کافی ہے، ایک ایک دن میں اور ہر ہر شہر میں ہزاروں بکریاں ہیں، جو انسان کی غذا بن جاتی ہیں؛ لیکن اس کے باوجود بکری کی نسل میں روز افزوں اضافہ ہے اور کبھی اس کی کمی کی شکایت نہیں ہوئی، گائے بیل بمقابلہ ہاتھیوں کے کس قدر کمزور اور عاجز ہیں اور ہر دن کتنی ہی بڑی تعداد میں ذبح ہوتے ہیں؛ لیکن پھر بھی وافر تعداد میں موجود ہیں، مقام فکر ہے کہ کیا یہ سب کسی تدبیر و منصوبہ بندی کے بغیر ہو رہا ہے اور کیا اس کے پیچھے کسی حکیم اور علیم و خبیر کا ہاتھ نہیں؟

یقیناً یہ سب کائنات کے خالق و رب کا بنایا ہوا منصوبہ ہے، جو پوری کائنات میں جاری و ساری ہے، درخت کا ایک پتہ جو زمین پر گرتا ہے اور بلوں میں رہنے والی معمولی جسم و جثہ کی چیونٹی جو پیدا ہوتی ہے اور مرتی ہے، وہ اس کے مقرر کئے ہوئے منصوبہ کا ایک حصہ ہے؛ اسی لئے قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کو رب العالمین قرار دیا ہے، یعنی کائنات کے انتظام و انصرام کو ہر لمحہ براہِ راست انجام دینے والا، جس خدا نے سورج اور چاند سے لے کر چیونٹی و

مچھر تک کے لئے ایک منصوبہ بنا رکھا ہے، کیا اس نے انسانیت کے لئے جو اس کائنات کا حاصل اور مقصود ہے، کوئی منصوبہ نہیں بنا رکھا ہوگا؟ وہ حکیم اور رب ہے، رزق کی ذمہ داری اس نے قبول کی ہے اور اس شان سے قبول کی ہے کہ شیر و ہاتھی سے لے کر مچھر اور مکھی تک کے لئے روزی کا سامان کرتا ہے: ''وَمَا مِن دَابَّةٍ فِيْ الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا '' (ہود:٦) تو کیا اس نے اس کا انتظام نہ کیا ہوگا کہ خلیفۂ کائنات حضرت انسان کی تعداد تو روز بروز بڑھتی جائے، لاکھ سے کروڑ اور کروڑ سے اربوں ہو جائے؛ لیکن ان کے لئے رزق کے وسائل اس نسبت سے محدود تر ہوتے جائیں گے، تو آخر یہ کیا کھائیں گے اور کیوں کر اپنی ضروریات پوری کریں گے؟

نہ کوئی صاحبِ ایمان ایسا سوچ سکتا ہے اور نہ کوئی صاحبِ عقل اس پر یقین کر سکتا ہے، قرآن مجید نے خوب کہا ہے کہ خدا کے پاس ہر چیز کے خزانے موجود ہیں؛ لیکن وہ اس میں سے ایک متعین مقدار انسان کو عطا فرماتے ہیں: ''وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ '' (الحجر:۲۱) یعنی جیسے انسانی ضروریات بڑھتی جاتی ہیں، اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ وسائل بھی بڑھاتے جاتے ہیں، جب ایک معمولی سربراہِ خاندان اپنے افرادِ خاندان کی فکر رکھتا ہے اور ان کی تعداد کی نسبت سے ان کی خورد و نوش کا انتظام کرتا ہے، تو کیا خدائے حکیم و خبیر اپنی مخلوق سے غافل رہ سکتا ہے، جو اسی کے حکم و اشارہ سے دُنیا میں آئی ہے؟

کوئی بھی شخص دُنیا میں افرادی قوت میں اضافہ اور زمین کی پیداوار میں اضافہ کے تناسب کو دیکھے تو وہ قرآن کے اس بیان کی تصدیق پر مجبور ہوگا، مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی گراں قدر تالیف ''ضبط ولادت'' میں تفصیل سے اس کا ذکر کیا ہے، برطانیہ کے ایک تجزیہ نگار نے ۱۸۹۸ء میں چیلنج کیا تھا کہ افزائش آبادی میں کثرت اور وسائل پیداوار کے محدود ہونے کی وجہ سے تیس سال میں یہ کیفیت ہو جائے گی کہ لوگوں کو اپنی ضروریات کے لئے گیہوں نہیں مل سکے گا؛ لیکن صورت حال یہ ہے کہ اس کے بعد کئی تیس سال گزرے اور گیہوں کی پیداوار میں اتنا اضافہ ہوا کہ بعض ملکوں کو قیمت پر کنٹرول رکھنے کے لئے فاضل گیہوں نذرِ آتش کرنے پڑے یا سمندر میں ڈبو دیئے گئے۔

کرۂ ارض کی وسعت کے اعتبار سے انسانی آبادی کا حال یہ ہے کہ فی مربع کیلو میٹر صرف اکیس افراد کا اوسط ہوتا ہے اور زمین پر انسانی آبادی کی صلاحیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ہالینڈ میں فی مربع کیلو میٹر ۳۴۵ آدمی تمام سہولتوں کے ساتھ اقامت پذیر ہیں، جاپان میں یہ تناسب اور بھی زیادہ ہے، گویا موجودہ آبادی کئی گنا بھی بڑھ جائے تو اقامت و رہائش کا کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوگا، پھر اس پر غور فرمایئے کہ زمین کا کتنا حصہ ہے، جسے انسان کے لئے غذائی وسائل حاصل کرنے کی غرض سے آباد کیا جاتا ہے؟ اعداد و شمار کے مطابق زمین کا صرف دس فیصد حصہ اس وقت زیر کاشت ہے، بیس فیصد حصہ جنگلات وغیرہ پر مشتمل ہے اور ستر فیصد حصہ وہ ہے جسے قابل کاشت بنایا جا سکتا ہے اور ابھی اُفتادہ پڑا ہوا ہے، جتنے مالی وسائل حکومتیں خاندانی منصوبہ بندی کی ترویج اور پروپیگنڈہ پر خرچ کرتی ہیں، اگر وہی وسائل ان افتادہ اراضی کو قابل کاشت بنانے پر صرف ہوں، تو انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی کا بڑا کام ہوگا۔

پھر زراعتی سائنس کی ترقی نے بھی پیداوار کو بڑھانے میں حیرت انگیز کردار ادا کیا ہے، غور فرمایئے کہ ہندوستان میں فی ایکڑ گیہوں کی پیداوار کا اوسط ۲۹ کوئنٹل اور پاکستان میں ۳۰ کوئنٹل ہے اور اسی کا اوسط مصر میں ۹۵ کوئنٹل اور ڈنمارک میں ۱۶۳ کوئنٹل ہے، یہ ۱۹۵٦ء کا تجزیہ ہے اور یقیناً اس اوسط میں بہت کچھ اضافہ ہوا ہوگا، اس وقت پسماندہ ملکوں میں جس چیز کی ایک فصل حاصل کی جاتی ہے، ترقی یافتہ ممالک میں اسی کی تین تین فصلیں حاصل کی جاتی ہیں، اگر ایشیاء کے غریب ممالک ایٹم بم اور میزائل بنانے اور ۳۵،۴۰ فیصد دفاعی ٹکنالوجی کے بجائے زراعتی اور طبی ٹکنالوجی حاصل کریں، تو نہ کسی گھر میں فاقہ کی نوبت آئے اور نہ کاشت کار خودکشی کرنے پر مجبور ہوں۔

یہ تو اعداد و شمار پر مبنی تجزیے ہیں؛ لیکن کچھ حقیقتیں اور تجربات ہیں، جن کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے، جن لوگوں کی عمریں تیس چالیس سال ہیں، وہ لوگوں کے موجودہ معیارِ زندگی اور پچیس تیس سال پہلے کے معیارِ زندگی کا تقابل کر کے دیکھ لیں، تو نمایاں فرق محسوس کریں گے، ایک زمانہ تھا کہ لوگوں کے لئے ٹرین میں تھرڈ کلاس کا سفر بھی دشوار ہوتا تھا، سیکنڈ کلاس اور فرسٹ کلاس کے مسافرین خال خال ہوا کرتے تھے؛ لیکن آج صورتِ حال یہ ہے

کہ ٹرین کے اونچے درجے پہلے پُر ہوجاتے ہیں اور ہوائی جہاز میں بھی سیٹ حاصل کرنے کے لئے ویٹنگ لسٹ میں جگہ لینی پڑتی ہے، دوتین دہے پہلے قصبہ جات ہی نہیں اوسط درجہ کے شہروں میں بھی زیادہ تر خام اور سفال پوش مکانات ہوا کرتے تھے، پختہ مکان اور خوبصورت حویلیاں رئیسوں اور زمینداروں کی ہوا کرتی تھیں؛ لیکن آج صورتِ حال یہ ہے کہ حکومت جن علاقوں کو سَلَم علاقہ قرار دیتی ہے، وہاں بھی ایک سے ایک عالی شان اور خوبصورت مکان مل جاتے ہیں، شخصی سواری کی حیثیت سے پندرہ بیس سال پہلے سائیکلیں بھی ایک اہمیت رکھتی تھیں اور بہت کم لوگ تھے جن کو موٹریں میسر تھیں؛ لیکن آج اعلیٰ سے اعلیٰ اور قیمتی سے قیمتی موٹروں کا ازدحام شہروں میں فضائی آلودگی کا مسئلہ پیدا کرر ہا ہے۔

یہی حال کھانے پینے کے معیار کا ہے، چوتھائی صدی پہلے جس معیار کی دعوت نوابوں اور بڑے رئیسوں کے لئے مخصوص سمجھی جاتی تھیں، اب عام آدمی بھی دعوت میں اس معیار کو برقرار رکھنا ضروری خیال کرتا ہے، مرغیوں اور انڈوں کی جو افزائش اس دور میں ہوئی ہے اور اس نے غریبوں کے لئے ان چیزوں کو جتنا سہل الحصول بنا دیا ہے، ماضی میں اس کا تصور بھی دشوار تھا، ریڈیو، ٹی وی، ٹیلیفون اور اس طرح کی جدید گراں قیمت ایجادات اب دولت مند ہونے کی علامت نہیں ہیں؛ بلکہ اوسط سطح سے نیچے زندگی گزارنے والے سماج میں بھی ان کا استعمال عام ہے اور پوری دُنیا میں آبادی کے مسلسل بڑھنے کے باوجود فی کس آمدنی میں نمایاں اضافہ ہوتا جار ہا ہے، کیا اس کے باوجود خدا کی رزاقیت سے مایوس ہونے اور یہ سوچنے کا جواز ہے کہ اگر انسان بڑھ گئے تو وہ کیا کھائیں گے اور کہاں رہیں گے؟

یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ خود قدرت نے آبادی کی تحدید اور افزائش نسل میں اعتدال و توازن کا کوئی خیال نہیں رکھا ہے، نوعِ انسان ہی کے مسئلہ کو دیکھئے کہ عورت کے اندر فطری نظام کے تحت ہر سال کم سے کم ایک بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہے، اسی طرح اگر ایک خاتون اپنی ازدواجی زندگی کے پچیس سال تولید اور حمل کی صلاحیت کی حامل رہی تو اس کے پچیس بچے ہونے چاہئیں؛ لیکن ایسی مثالیں بھی شہر میں خال خال ہی ملیں گی کہ کوئی عورت دس بارہ بچوں کی ماں ہو، اب تو اس طرح خبریں اتنی انوکھی ہوگئی ہیں کہ وہ اپنی ندرت کی وجہ سے اخبار کی سرخی بن جاتی ہیں، یہ قدرت کی منصوبہ بندی ہی تو ہے کہ مرد و عورت کی تولیدی صلاحیت کے اعتبار سے اس کا کنبہ نا قابل بیان حد تک مختصر ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ انسان اس دُنیا میں حادثات کے درمیان گھرا ہوا ہے، طوفان، سیلاب، قحط، زلزلے، آتش فشاں پہاڑوں کا اُبل پڑنا، آتشزدگی، وبائی امراض کا پھیلنا، ٹرین اور ٹریفک کے حادثات، یہ اور اس طرح کے کتنے ہی قدرتی اسباب ہیں، جس میں ہر سال لاکھوں جانیں ضائع ہوتی ہیں اور انسان خود اپنے ہاتھ اپنی ہلاکت کا جو سر وسامان کرر ہا ہے اور کرتا رہا ہے، وہ ان سب سے سوا ہے، پہلی جنگ عظیم میں روس کو چھوڑ کر صرف یورپ میں دو کروڑ چوبیس لاکھ افراد کی کمی واقع ہوئی، صرف جرمنی میں انیس لاکھ افراد جنگ میں کام آئے، دوسری جنگ عظیم میں بھی ایک کڑور ہلاکتوں کا اندازہ کیا گیا ہے اور اب انسان نے جس اعلیٰ درجہ کے ہلاکت خیز اور تہلکہ انگیز ہتھیار تیار کئے ہیں، خوانخواستہ اگر تیسری جنگ عظیم ہو جائے، تو نہ معلوم کتنے لوگوں کا خون پی کر یہ آسودہ ہوگی؟ اسی طرح قدرتی طور پر انسانی آبادی کا ایک قابل لحاظ حصہ ہر سال غیر معمولی حادثات اور واقعات کی نذر ہو جاتا ہے، یہ قدرت کی منصوبہ بندی ہی تو ہے، جو اپنے خاموش ہاتھوں سے نسل انسانی کی تحدید کرتی جارہی ہے۔

جن ملکوں اور قوموں نے خاندانی منصوبہ بندی کے اس نسخہ کو آزمایا ہے، وہ اس کے مضر پہلوؤں کو کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں، افرادی وسائل کی کمی، زنا اور بدکاری کی کثرت اور اس کی وجہ سے امراض خبیثہ کی بہتات، بے اولاد یا کم اولاد ہونے کی وجہ سے زوجین میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی قوت کا فقدان اور اس کی وجہ سے طلاق کی کثرت، شرح پیدائش اور نکاح کے رجحان میں کمی، یہ وہ نتائج ہیں، جن سے آج مغربی اقوام دوچار ہیں، تو کیا ہم نوشتۂ دیوار کو پڑھنے اور انسان کی خود ساختہ خاندانی منصوبہ بندی کے بجائے خدائی منصوبہ بندی کے ساتھ چلنے کو تیار نہیں ہیں؟؟۔

۞۞۞

مسلم پرسنل لا بورڈ-ماضی اور حال کے آئینے میں

مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی

۲۰رکروڑ سے زائد مسلمانوں کی آبادی والے اس ملک میں تمام مسالک ،مکاتب فکر اور مختلف طبقات کے مسلمانوں کے دل کی آواز''آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ'' ہے جو آج سے ۴۰رسال پہلے اپریل ۱۹۷۳ء میں حیدرآباد میں قائم ہوا اس وقت کے تمام قابلِ ذکر علمائے کرام اور ملت کے قائدین اس کی تعمیر وتشکیل میں شریک ہوئے اور پھر تحفظِ شریعت اور مسلم پرسنل لاء کی بقاء کے لئے سرگرم عمل رہے۔۱۹۷۳ء میں بڑے سنگین حالات میں بورڈ کا قیام عمل میں آیا تھا اور یہ طے کیا گیا تھا کہ قانونی راستوں سے مسلمانوں کے شرعی قوانین میں کسی بھی طرح کی مداخلت برداشت نہ کی جائے گی اور مسلمانوں کا یہ متحدہ پلیٹ فارم ایمانی غیرت اور اتحاد کی طاقت کے ساتھ اس طرح کی کوششوں کو ناکامیاب بنانے کی بھرپور کوشش کرے گا،اللہ کا کرم ہے کہ پچھلے چالیس برسوں سے مسلمانوں کا یہ باوقار بورڈ اپنے بانیوں کے رہنما خطوط کے مطابق مسلسل خدمت انجام دے رہا ہے اور مختلف معاملات میں غیر معمولی کامیابی اسے حاصل ہوئی ہے۔بورڈ کے قیام کے وقت متبنّٰی بل کا مرحلہ درپیش تھا جس میں اسلامی قانون کے برخلاف لے پالک بیٹے کو حقیقی اولاد کا درجہ دیا گیا تھا۔علمائے کرام اور قائدین ملت بالخصوص امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانیؒ نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور متبنّٰی بل واپس لیا گیا۔اس کے بعد ایمرجنسی کے تاریک دور میں جبری نس بندی کے قانون کے خلاف مسلم پرسنل لاء بورڈ نے جرات مندانہ اقدامات کئے اور ان سنگین حالات میں جب کہ بولنے والی زبانیں خاموش تھیں اور لکھنے والوں کے قلم ٹوٹ چکے تھے،آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی آواز گونجی اور گونجتی چلی گئی۔بورڈ کے بانی اور جنرل سکریٹری مولانا منت اللہ رحمانیؒ نے فیملی پلاننگ کے نام سے ایک رسالہ لکھ کر جہاد بالقلم کا فریضہ انجام دیا اور اسے پورے ملک میں تقسیم کرواکر مسلمانوں کو شرعی حکم سے واقف کرایا،بورڈ کے مخلص کارکنوں کی جدوجہد نے حالات کی سنگینی کا رخ موڑ دیا اور وہ دشوار گزار مرحلہ جس میں اچھے اچھوں نے ہمت ہار دی تھی گزر گیا،بورڈ کا یہ ایسا کارنامہ اور جرات وعزیمت سے لبریز ایسا اقدام ہے جس نے ملک کے ہر ایک مسلمان کو بورڈ کا احسان مند بنادیا۔پھر ۱۹۷۸ء میں دو مساجد اور ایک قبرستان کی جگہ کا معاملہ سامنے آیا جسے الہ آباد ہائی کورٹ کے لکھنؤ بنچ نے میونسپل کارپوریشن کی جگہ قرار دے دیا تھا۔بورڈ کے ذمہ داران نے بڑی حکمتِ عملی کے ساتھ اس فیصلے کی غلطیوں کو واضح کیا اور بالآخر یہ فیصلہ واپس لیا گیا۔۱۹۸۶ء میں اندور کی شاہ بانو نامی خاتون کے مقدمے کے سلسلے میں سپریم کورٹ نے تاحیات نفقۂ مطلقہ کا فیصلہ کیا۔آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے اس کے خلاف شدید احتجاج کیا اور اس فیصلے کی قباحت وشناعت پورے ملک کے مسلمانوں کے سامنے واضح کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے گوشے گوشے میں مسلمانوں نے اس فیصلے کو شریعت اسلامی میں مداخلت قرار دیا اور اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حکومت کے خلاف احتجاج کو منظم کیا۔اس وقت کے وزیراعظم راجیو گاندھی نے مسلمانوں کے تیور دیکھتے ہوئے پارلیمنٹ کے ذریعے قانون میں مناسب ترمیم کروائی۔یہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی بہت بڑی جیت تھی جس نے اس ملک میں مسلمانوں کے وقار واعتبار میں اضافہ کیا،ادھر حال کے چند برسوں میں بھی بورڈ کو مختلف مسائل کی نمائندگی اور اس نمائندگی کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے اثرات کی بناء پر بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔۲۰۰۲ء میں وزارتی گروپ کی رپورٹ سامنے آئی جس میں مدارس اسلامیہ کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دیا گیا۔بورڈ نے اس کا سخت نوٹس لیا اور ملک کے عظیم قائد مولانا محمد ولی رحمانی نے اس

رپورٹ کا مفصل تجزیہ رسالے کی شکل میں کیا اور مختلف جلسے، کنونشن اور سیمینار منعقد کر کے اسی کے ساتھ ساتھ اربابِ اقتدار کو متوجہ فرما کر مدارس پر منڈلاتے ہوئے خطرات کے بادلوں کو دور کیا۔۲۰۱۰ء میں مدارس اسلامیہ کو ختم کرنے کی ایک دوسری سازش بڑے خوبصورت عنوان ''مفت اور لازمی حق تعلیم قانون'' کے نام سے سامنے آئی تو بورڈ نے پہلے مرحلے میں افہام و تفہیم کے ذریعے اسے حل کرنے کی کوشش کی لیکن جب ارباب اقتدار کے کانوں پر جوں نہ رینگی تو ۲۶؍نومبر ۲۰۱۱ء کو دہلی کے اجلاسِ عاملہ میں اس قانون اور مزید ۳؍قوانین (وقف بل، ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ، زرعی جائداد میں عورت کے حصے سے متعلق قانون) کے سلسلے میں آئینی حقوق بچاؤ تحریک چلانے کا فیصلہ کیا اور پورے ملک میں اس زور و شور کے ساتھ تحریک آگے بڑھی اور مسلمانوں میں ان مسائل کے تئیں ایسی بیداری پیدا ہوئی کہ حکومت کو ''مفت اور لازمی حق تعلیم قانون'' سے مدارس کو مستثنیٰ قرار دینا پڑا۔ وقف ایکٹ میں ترمیم کا مسودہ بھی پیش کیا جا چکا ہے اور پارلیمنٹ کے تازہ سیشن میں اسے پیش کیا جائے گا۔ ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ کا معاملہ بھی کامیابی کے قریب پہونچ چکا ہے اور یوپی کے زرعی جائداد والے معاملے میں وہاں کے وزیر اعلیٰ اکھلیش یادو نے یقین دہانی کی ہے کہ بورڈ کی تجویز کے مطابق اس قانون میں ترمیم کر دی جائے گی۔

قانونی لڑائی کے علاوہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے مسلمانوں کو احکامِ شریعت اور اسلامی قوانین پر قائم کرنے اور ان میں خدائی قوانین کی عظمت پیدا کرنے کے لئے ''اصلاح معاشرہ'' اور ''دارالقضاء'' کے ذریعے عظیم خدمت انجام دی اور کچھ ایسی تحریکیں بھی جاری کیں جو نہ صرف مسلمان بلکہ پورے ملک کے باشندوں کے حق میں باعثِ رحمت ثابت ہوئیں مثلاً دختر کشی کی لعنت کے خلاف جاری کی گئی تحریک، اسی طرح تلک جہیز مٹاؤ تحریک اور ابھی ۲۲، ۲۳، ۲۴؍مارچ ۲۰۱۳ء کو ہندوستان کے ریاست مدھیہ پردیش میں منعقد کئے گئے ۲۳؍ویں اجلاسِ عام میں جو قراردادیں باتفاقِ رائے منظور کی گئیں ان میں ایک قرارداد عورتوں کی عصمت و عفت کی حفاظت کے سلسلے میں ہے، جس میں دہلی میں ہوئے اجتماعی آبروریزی کے بھیانک واقعے کے پس منظر میں یہ بات کہی گئی کہ عورتوں کی عصمت و عفت کی حفاظت ضروری ہے اور اس کے لئے ملک میں ایسے قوانین بنائے جانے چاہئیں جن کے ذریعے ان کی عزت و ناموس کی حفاظت کی جا سکے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ مطالبہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ ملک کے تمام باشندوں کے حق میں ہے اور اس کا فائدہ اس ملک کے ہر ایک شخص کو ہوگا۔

ریاست مدھیہ پردیش کے تاریخی شہر اجین میں منعقد ہونے والے بورڈ کے اجلاسِ عام نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ وقف ایکٹ میں ترمیم، اور ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ سے مذہبی مقامات کو مستثنیٰ کرنے کے لئے تحریک جاری رہے گی اور جب تک ان دونوں قوانین میں بورڈ کے منشا کے مطابق ترمیم نہ ہو اس سلسلے کی پیش رفت کسی بھی ترغیب و ترہیب کے ذریعے نہ رک سکے گی۔ اس اجلاس میں ایک اہم قرارداد دہشت گردی کے بے بنیاد الزامات کے سلسلے میں گرفتار کئے گئے بے قصور مسلمان نوجوانوں کی باعزت رہائی کے مطالبے پر مشتمل بھی منظور کی گئی ہے، جس میں بے قصور نوجوانوں کی بے بنیاد گرفتاری اور جیلوں میں ایذا رسانی پر بڑے سخت الفاظ میں حکومت کو سرزنش کی گئی ہے اور انہیں باعزت رہا کر کے ہر ایک کو ۲۵؍لاکھ روپئے معاوضہ دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے، اسی طرح ایم پی میں تعلیمی اداروں میں سوریہ نمسکار اور کھانے سے پہلے بھوجن منتر کو لازمی قرار دینے اور مسلمان بچوں، بچیوں کو اس میں شریک کرنے پر بھی تاسف کا اظہار کیا گیا اور اس عقیدے کا اعلان بھی کہ ہم محبّ وطن شہری ہیں اپنے ملک کے ایک ایک ذرّے سے عشق رکھنے والے، مگر محبوب کو معبود کا درجہ ہم نہیں دیتے، اس لئے حکومت اس پر فوری توجہ دے اور تعلیمی اداروں میں جاری ان حرکتوں کو بند کرائے۔

اجین کے حالیہ اجلاس سے بڑی امیدیں بندھی ہیں اور جس جوش و خروش کے ساتھ ۲۴؍مارچ کی شام کو نانا کھیڑی اسٹیڈیم کے عام اجلاس میں لاکھوں مسلمان شریک ہوئے اور بیک آواز بورڈ کا ساتھ دینے اور قانونِ شریعت پر قائم رہنے کا وعدہ کیا (بقیہ صفحہ ۱۳؍پر)

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ دہلی

مرتب: رضوان احمد ندوی

آج مؤرخہ ۲۲؍ستمبر روز اتوار آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ بمقام نیو ہورائزن اسکول نزد ہمایوں کا مقبرہ حضرت نظام الدین نئی دہلی منعقد ہوا جسمیں درج ذیل اصحاب، اراکین عاملہ و مدعوئین کرام نے شرکت کی:

اراکین عاملہ

۱۔	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر بورڈ	لکھنؤ
۲۔	مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نائب صدر بورڈ	دیوبند
۳۔	مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نائب صدر بورڈ	دہلی
۴۔	مولانا سید شاہ فخر الدین اشرف صاحب نائب صدر بورڈ	امیڈ کرنگر
۵۔	مولانا کاکا سعید احمد عمری صاحب نائب صدر بورڈ	عمر آباد
۶۔	مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ	پٹنہ
۷۔	جناب محمد عبد الرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ	حیدر آباد
۸۔	مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ	مونگیر
۹۔	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ	حیدر آباد
۱۰۔	جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب خازن بورڈ	دہلی
۱۱۔	مولانا احمد علی قاسمی صاحب	دہلی
۱۲۔	مولانا اسرار الحق قاسمی صاحب	دہلی
۱۳۔	مولانا عبد الوہاب خلجی صاحب	دہلی
۱۴۔	جناب کمال فاروقی صاحب	دہلی
۱۵۔	مولانا سید ارشد مدنی صاحب	دیوبند
۱۶۔	مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب	لکھنؤ
۱۷۔	مولانا عتیق احمد بستوی صاحب	لکھنؤ
۱۸۔	مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب	لکھنؤ
۱۹۔	جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ	لکھنؤ
۲۰۔	جناب ڈاکٹر شکیل احمد صمدانی صاحب	علی گڑھ
۲۱۔	پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمد سعود عالم قاسمی صاحب	علی گڑھ
۲۲۔	حکیم مولانا محمد عبد اللہ مغیثی صاحب	میرٹھ
۲۳۔	مولانا حافظ سید اطہر علی صاحب	ممبئی
۲۴۔	جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب ایڈوکیٹ	ممبئی
۲۵۔	مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب	پٹنہ
۲۶۔	مولانا عبد العلیم قاسمی صاحب	بھٹکل
۲۷۔	مولانا عبد الشکور قاسمی صاحب	کیرالا
۲۸۔	مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب	جے پور
۲۹۔	مفتی احمد دیولوی صاحب	گجرات
۳۰۔	جناب عارف مسعود صاحب	بھوپال
۳۱۔	محترمہ بیگم نسیم اقتدار علی صاحبہ	لکھنؤ
۳۲۔	محترمہ صفیہ نسیم صاحبہ	لکھنؤ
۳۳۔	محترمہ پروفیسر مونسہ بشریٰ عابدی صاحبہ	ممبئی

مدعوئین کرام

۱۔	جناب شکیل احمد سید صاحب ایڈوکیٹ	دہلی
۲۔	جناب محمد ادیب صاحب (ایم پی)	دہلی
۳۔	جناب محمود پراچہ ایڈوکیٹ صاحب	دہلی
۴۔	جناب ذکی احمد خان ایڈوکیٹ صاحب	دہلی

۵۔ جناب ایم آر شمشاد ایڈوکیٹ صاحب	دہلی
۶۔ جناب نصرت علی صاحب	دہلی
۷۔ مولانا بدرالحسن قاسمی صاحب	دہلی
۸۔ مولانا حافظ محمد یعقوب علی خاں قادری صاحب	دہلی
۹۔ قاضی محمد کامل قاسمی صاحب	دہلی
۱۰۔ جناب خالد صابر قاسمی صاحب	دہلی
۱۱۔ وقارالدین لطیفی صاحب	دہلی
۱۲۔ محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ	دہلی
۱۳۔ مولانا سید محمد واضح رشید ندوی صاحب	لکھنؤ
۱۴۔ جناب شاہد حسین خانصاحب	لکھنؤ
۱۵۔ مولانا آس محمد گلزار قاسمی صاحب	میرٹھ
۱۶۔ مولانا محمد عبیداللہ اسعدی صاحب	باندہ
۱۷۔ جناب عبدالقدیر ایڈوکیٹ صاحب	الہ آباد
۱۸۔ جناب الحاج سکندر اعظم صاحب	کلکتہ
۱۹۔ قاری محمد شفیق قاسمیصاحب	کلکتہ
۲۰۔ پیرجی حافظ حسین احمد صاحب	ہریانہ
۲۱۔ جناب محمد طاہر ایم حکیم ایڈوکیٹ صاحب	گجرات
۲۲۔ مولانا شاہد ناصری قاسمی صاحب	ممبئی
۲۳۔ جناب ابراہیم خلیل عابدی صاحب	ممبئی
۲۴۔ مولانا رضوان احمد ندوی صاحب	پٹنہ

اجلاس کی کارروائی کا آغاز مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔

اس اجلاس نے سابقہ اجلاس منعقدہ ۲۲/جون ۲۰۱۳ء کی کارروائی کی توثیق کی۔ اس کے بعد جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ گذشتہ ماہ ترمیم شدہ وقف بل راجیہ سبھا اور اس کے بعد پھر لوک سبھا میں منظور ہو چکا ہے اور صدر جمہوریہ کی توثیق کا منتظر ہے۔ اس ترمیم شدہ بل میں بورڈ کی جانب سے پیش کردہ کئی تجاویز کو شامل کرلیا گیا ہے تاہم بعض اہم تجاویز کو قبول نہیں کیا گیا ہے جسکی وجہ سے یہ اندیشہ ہے کہ اوقاف کے نظم و نسق میں بہتری اور اوقافی جائدادوں کے تحفظ کے مقصد کو یہ قانون پورا نہیں کر سکے گا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس ترمیم شدہ بل کے قانون بننے پر اس میں ترمیمات کے لئے ہماری کوششیں جاری رہیں۔ دیگر یہ کہ متعلقہ وزیر جناب کے رحمان خاں صاحب نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ترمیم شدہ وقف بل کے ساتھ ہی اوقاف پر ناجائز قبضوں کے انخلاء کا قانون بھی پیش کیا جائے گا ایسے قانون کے مرتب کرنے میں سہولت فراہم کرنے کے لئے حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے انہیں تین مسودات بھی دیئے اس کے باوجود جناب کے رحمان خاں صاحب کی جانب سے کوئی مؤثر پیش رفت نہیں ہوئی۔ چند دنوں قبل مسلسل نمائندگی کے بعد ایک مسودہ وزارت قانون کو روانہ کیا گیا اور صرف دو دن پہلے اس مسودہ قانون کو تبدیلی کے ساتھ منظور کرلیا۔ وزارت قانون نے وزارت اقلیتی بہبود کو بھیج دیا ہے۔ اب اس وزارت کا کام ہے کہ وہ اس مسودہ قانون کو کابینہ سے منظور کروائے اور پارلیامنٹ کے سرمائی اجلاس میں پیش کرکے منظور کروائے۔ بورڈ کی جانب سے اس بات کا حکومت ہند سے مطالبہ ضروری ہے کہ اوقاف کے ناجائز قابضین کے انخلاء کا سخت قانون فوری بنائے۔

مولانا حافظ سید اطہر علی صاحب (ممبئی) نے دریافت کیا کہ کیا صدر جمہوریہ کے توثیقی دستخط کے بعد بھی ترمیم ہوسکتی ہے، اور ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ توثیقی دستخط کو رکوایا جائے۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ نے بتایا کہ توثیقی دستخط کے بعد قانون میں ترمیمات کی جاسکتی ہیں اور یہ کہ موجودہ ترمیمی قانون ۱۹۹۵ء کے قانون وقف سے بہتر ہے اسلئے توثیقی دستخط نہ کرنے کی صدر جمہوریہ سے گذارش کرنا مناسب نہیں ہے۔

جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب سنئیر ایڈوکیٹ نے کہا کہ جو بل منظور ہوا ہے اس میں شریعت کے احکامات یا اجازت کی خلاف ورزی ہورہی ہے جسے اوقافی جائدادوں کی استثنائی صورت حال میں فروخت کی

اجازت کا مسئلہ ہے، بورڈ کو اس معاملہ میں کوئی مصالحت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ جس کی اجازت شریعت اسلامی میں دی گئی ہو اس تعلق سے ہمارا یہ طرزعمل مناسب نہیں تھا اسلئے اس نئے ترمیمی بل کا جائزہ لیا جائے اور جہاں جہاں شریعت میں مداخلت محسوس ہوتی ہو ان دفعات کی ترمیمات کمیٹی مرتب کرے۔ جناب کمال فاروقی صاحب نے کہا کہ ہماری تجویز مثبت انداز میں آنی چاہئے۔ جو بل پاس ہوا اس میں بورڈ کو بڑی کامیابی ملی ہے اس بل کو پاس کرانے کے لئے مصالحت کا انداز اختیار کیا گیا ورنہ یہ بل پاس نہ ہوتا اور ۲۰۱۴ء کے الیکشن کے بعد کیا صورتحال ہوتی اس میں بل کو منظور کروانے کے امکانات کیا ہوتے نہیں کہا جا سکتا۔ میڈیا کے ذریعہ بورڈ کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی اس میں شک نہیں کہ بل میں کئی خامیاں رہ گئی ہیں قانونی کمیٹی ان کا جائزہ لے کر تجاویز مرتب کرے ــــــــــ مولانا سعود عالم قاسمی صاحب (علی گڑھ) نے کہا کہ بورڈ کی آئینی حقوق بچاؤ تحریک کامیاب رہی۔ قانون حق تعلیم (RTE) میں بورڈ کے مطالبہ کے مطابق ترمیم ہوئی۔

ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ کے بارے میں بھی سنا جارہا ہے کہ ترمیم کی جارہی ہے، اور وقف بل کے تعلق سے جو تجاویز آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے دی تھی ان میں سے اکثر کو قبول کر لیا گیا ہے۔ اس کے لئے بورڈ کو مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ ان کی کوششوں سے یہ کامیابی مل سکی۔ جناب محمود پراچہ صاحب ایڈوکیٹ نے کہا کہ جو وقف بل پاس ہوا ہے اس سے وقف جائداد کو نقصان پہونچ سکتا ہے اسلئے حکومت ہند سے مطالبہ کیا جائے کہ ہماری تمام تجاویز کو قبول کرے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے کہا کہ بورڈ نے تقریباً ۴۰ ترمیمات پیش کی تھیں جن میں سے بہت سی تجاویز منظور ہوئی ہیں جن تجویزوں کو منظور نہیں کیا گیا اور جو اہم ہیں ان کے تعلق سے حکومت پر دباؤ بنایا جائے، بورڈ کے سکریٹری حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نے کہا کہ اس بل میں کچھ خامیاں ضرور ہیں لیکن اس بل کے ذریعہ ایک حد تک اوقافی جائدادوں کا تحفظ ہوتا ہے لیکن یہ کہنا کہ اس بل سے کئی احکام شریعت میں مداخلت ہوتی ہے وہ قابل غور ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ بتلایا جائے کہ کن کن دفعات سے احکامات شریعت میں مداخلت ہوتی ہے۔ استبدال وقف شرعاً درست ہے اسکی وضاحت کتابوں میں موجود ہے۔ اور اس کے لئے ترمیم کی کوشش جاری رہنی چاہئے۔ نیز ہم یہ چاہتے تھے کہ قانون وقف میں یہ بات بھی درج کی جاتی کہ ایک مرتبہ وقف کی ہوئی جائداد ہمیشہ کے لئے وقف ہوتی ہے (once a waqf always a waqf) یہ فیصلہ سپریم کورٹ دے چکا ہے لیکن اس کے باوجود اس اصول کو موجودہ قانون میں جگہ نہیں دی گئی اسی طرح ناجائز قابضین کے انخلاء کا قانون نہیں بنایا گیا ہے۔ اور جس کے تعلق سے ہم کو مطالبہ کرنا چاہئے۔ مزید مباحث کے بعد اجلاس نے حال ہی میں راجیہ سبھا اور لوک سبھا سے منظور شدہ وقف بل جس پر صدر جمہوریہ کی توثیق ہونی ہے پر غور کیا اور یہ محسوس کیا کہ جو تجاویز مسلم پرسنل لا بورڈ نے حکومت کے متعلقہ وزارت کو پیش کی تھیں ان میں سے بہت سی تجاویز کو تسلیم کر لیا گیا۔ بورڈ اس پر اظہار اطمینان کرتا ہے۔ لیکن بعض اہم تجاویز کو یکسر نظر انداز کیا گیا چند کو جزوی طور پر تسلیم کیا گیا اور ایسے اضافے کئے گئے جو بورڈ کی منشاء کے مطابق نہیں ہیں۔ اسلئے بورڈ اپنے سابقہ موقف کا اعادہ کرتے ہوئے طے کرتا ہے کہ ان تجاویز کے مطابق ترمیمات کروانے کی کوشش جاری رکھے گا اور اس کے لئے قانونی کمیٹی کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ وہ نئے ترمیم شدہ وقف قانون کا جائزہ لے کر نشاندہی کرے کہ کیا کیا ترمیمات ضروری ہیں۔

مدراس ہائی کورٹ میں طلاق وخلع کے اسلامی احکامات کے خلاف دائر کردہ رٹ کے تعلق سے جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ بدر سعید صاحبہ نامی خاتون نے جو بورڈ کی تشکیل میں شریک معزز رکن جسٹس شبیر احمد سعید مرحوم کی بھتیجی ہیں اور مدراس ہائی کورٹ میں ایڈیشنل ایڈوکیٹ جنرل اور ریاستی وقف بورڈ کی صدر نشیں رہ چکی ہیں انہوں نے ایک رٹ دائر کرتے ہوئے عدالت سے یہ استدعاء کی ہے کہ تامل ناڈو کے چیف قاضی کو طلاق کے تصدیق ناموں کی اجرائی سے روک

دیا جائے لیکن ان کی رٹ درخواست میں جو باتیں کہی گئی ہیں ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ سب شہریوں کے لئے یکساں سول کوڈ کی حامی ہیں نیز انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بیوی کو طلاق دینے کے شوہر کے اختیار کو ختم کیا جائے اور مسلمانوں میں بھی طلاق کے لئے عدالت سے رجوع ہونے کو لازم قرار دیا جائے۔اسی لئے بورڈ نے اس کیس میں فریق بننے کا فیصلہ کیا اور اس کے ساتھ تامل ناڈو سے تعلق رکھنے والے ارکان بورڈ پر مشتمل کمیٹی کو پیروی کا ذمہ دار قرار دیا جس کے صدر مولانا کا کا سعید احمد عمری صاحب اور کنوینر جناب الحاج ملک محمد ہاشم صاحب ہیں۔انہوں نے اس تعلق سے ایک رپورٹ روانہ کی ہے وہ خود علالت طبع کی وجہ سے اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے ان کی رپورٹ ارکان میں تقسیم کی جا چکی ہے۔جس کا متن درج ذیل ہے:

مدراس ہائی کورٹ میں دائر طلاق وخلع سے متعلق رٹ کے خلاف اب تک کی کاروائی

مؤرخہ ۲۱ر ستمبر ۲۰۱۳ء از: ملک محمد ہاشم۔ مدراس

۱۔ ماہ اپریل میں محترمہ بدر سعید صاحبہ نے ایک پبلک انٹرسٹ رٹ پٹیشن مدراس ہائی کورٹ میں دائر کیا اور قاضیوں کو طلاق رخلع کی سرٹیفکیٹ شائع کرنے پر پابندی کی اپیل کی۔

۲۔ ماہ جون میں اس رٹ پٹیشن کا علم ہم کو بذریعہ اخبارات ہوا۔

۳۔ ہم نے اس سلسلہ میں بورڈ کے صدر، جنرل سکریٹری اور سکریٹری محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اور لیگل اڈوائزر یوسف حاتم مچھالہ صاحب سے مشورہ کر کے آگے کی کاروائی کرنے کا فیصلہ کیا۔

۴۔ ۷ار جون کو چنئی میں بورڈ کے تمل ناڈو کے اراکین کا ایک اجلاس منعقد کر کے اس معاملہ میں غور خوض ہوا۔اس مجلس میں یہ فیصلہ ہوا کہ بورڈ سے اس کیس میں IMPLEAD کرنے کی درخواست کریں جس کی اطلاع بورڈ کو کی گئی۔

۵۔ بورڈ کے لیگل اڈوائزری کمیٹی اور مجلس عاملہ کی نشست جو ۲۲ر جون ۲۰۱۳ء کو دہلی میں ہوئی اس معاملہ میں غور وخوض کرنے کے بعد ایک سب کمیٹی کی تشکیل کی گئی۔یہ سب کمیٹی کے صدر جناب کا کا سعید احمد عمری صاحب اور کنوینر ملک محمد ہاشم صاحب مقرر کے گئے اور مدراس ہائی کورٹ میں مناسب کاروائی کرنے کا اختیار اس سب کمیٹی کو دیا گیا۔

۶۔ لیگل اڈوائزر جناب یوسف حاتم مچھالہ صاحب، محمد عبدالرحیم قریشی صاحب چنئی کے سینئر ایڈوکیٹ جناب حبیب اللہ صاحب کے مشورہ سے ہم نے ایڈوکیٹ عبدالمبین صاحب کو اور سینئر ایڈوکیٹ مسٹر وجے نارائن کو اس کیس کے لئے تقرر کیا۔

۷۔ ایڈوکیٹ عبدالمبین صاحب ۱۳ر جولائی ۲۰۱۳ء رمضان کے مہینے میں ممبئی کا سفر کر کے جناب یوسف حاتم مچھالہ صاحب سے ملاقات کی اور بورڈ کی طرف سے AFFIDAVIT تیار کرنے میں ان سے صلاح ومشورہ کیا۔

۸۔ ماہ جولائی میں جب کورٹ میں یہ کیس چلا ہم نے بورڈ کی طرف سے AFFIDAVIT دائر کیا اور عزت ماب جج صاحب نے بورڈ کی درخواست قبول کر کے IMPLEAD کرنے کی اجازت دے دی۔

۹۔ الحمد للہ ہمارا PETITION تیار ہو رہا ہے اور آخری مرحلہ پر ہے۔انشاء اللہ ایک دو ہفتہ میں مکمل ہو جائے گا۔جوں ہی تیار ہوگا ہم محمد عبدالرحیم قریشی صاحب او رایڈوکیٹ یوسف حاتم مچھالہ صاحب سے نظر ثانی کرا کر جب کیس کورٹ میں آئے گا اس وقت یہ PETITION داخل کر دینگے یہ کیس چند ہفتوں کے اندر کورٹ میں آنے کی امید ہے۔

۱۰۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ مندرجہ ذیل افراد راداارے اس کیس میں IMPLEAD کر رہے ہیں۔

a) جناب S.M. پاشا صاحب

Women's Lawyers Association (b

Bharatiya Muslim Mahila Andolan (c (BMMA)

یہ سب جنابہ بدر سعید صاحبہ کی حمایت کر رہے ہیں۔

d) مجلس تحفظ شریعت

e) مسجد فیڈریشن

f) مسلم لیگ (تمل ناڈو میں جناب قادر محی الدین صاحب کی صدارت میں)

یہ سب بورڈ کی طرح رٹ پٹیشن کی مخالفت کر رہے ہیں۔

۱۱۔ تمل ناڈو کے سرقاضی صاحب بھی اس کیس میں اپنی طرف سے دفاع کر رہے ہیں کیونکہ وہ تیسرے Respondent ہیں۔

☆☆☆

ارکان نے اس سلسلہ میں اب تک کی پیش رفت پر اطمینان کا اظہار کیا۔

عدالتوں میں زیر سماعت مسلم پرسنل لا سے متعلق مقدمات کا ذکر کرتے ہوئے جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب کنوینر قانونی کمیٹی نے بتایا کہ ہم جنسی سے متعلق ناز فاؤنڈیشن کیس میں اپریل ۲۰۱۲ء میں بحث ختم ہوچکی ہے اور فیصلہ محفوظ کرلیا گیا تھا لیکن تا حال فیصلہ نہیں دیا گیا ہے، اس کیس کی سماعت کرنے والے دو ججوں میں سے جسٹس سنگھوی اسی سال دسمبر میں ریٹائرڈ ہونے والے ہیں اور دوسرے جج جسٹس موکھوپادھیا آئندہ ۲۰۱۴ء میں ریٹائرڈ ہونے والے ہیں، جسٹس سنگھوی کے ریٹائرڈ ہونے سے پہلے فیصلے آنا چاہئے ورنہ پھر اس کی سماعت از سر نو ہوگی۔ جناب مچھالا صاحب نے مزید بتلایا کہ دار القضاء کے دستوری جواز کے خلاف وشولوچن مدن نامی ایڈوکیٹ کی رٹ کو سپریم کورٹ نے غیر حاضری کی بنیاد پر خارج کردیا تھا لیکن اس ایڈوکیٹ نے بیماری کی وجہ بتاتے ہوئے اس رٹ کی بحالی کی درخواست دی ہے جس پر بحث کل یعنی ۲۳ ستمبر کو ہوگی اور امکان ہے کہ یہ رٹ بحال ہوجائے۔

جناب مچھالا صاحب نے بتایا کہ شبنم ہاشمی نامی خاتون کی جانب سے مسلمانوں کو متبنّٰی بنانے کی اجازت دینے سے متعلق سپریم کورٹ میں دائر کردہ رٹ میں بورڈ کی جانب سے جواب داخل کیا جاچکا ہے لیکن ابھی یہ کیس ٹھنڈے بستے میں ہے۔

سپریم کورٹ کے علاوہ ہائی کورٹ میں بھی چند مقدمات زیر سماعت ہیں، کیرالا ہائی کورٹ میں اسلامی قانون وراثت کو چیلنج کرتے ہوئے پرسنل لا کے خلاف ایک رٹ داخل کی گئی ہے جس میں جواب دہ مرکزی حکومت کو قرار دیا گیا ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس کیس میں فریق بن چکا ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ حکومت ہند کی طرف سے اٹارنی جنرل یا کوئی سالیسٹر جنرل بحث کریں۔ لیکن ابھی تک مرکزی وزارت قانون نے ایسی کوئی ہدایت جاری نہیں کی ہے اس سلسلہ میں بورڈ کو نمائندگی کرنی چاہئے۔

بچپن کی شادی (Child Marriage) قانون کے تحت ایک مقدمہ ممبئی ہائی کورٹ میں زیر سماعت ہے جس میں بورڈ فریق بن چکا ہے اور جب یہ کیس بحث کے لئے آئے گا تو انشاء اللہ بورڈ کی جانب سے شرعی احکامات پیش کئے جائیں گے۔

حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے کہا کہ کیرالا ہائی کورٹ میں زیر سماعت کیس کے سلسلہ میں مرکزی حکومت سے جو مطالبہ کیا گیا ہے اس تعلق سے بورڈ کی طرف سے مراسلہ تحریر کیا جائے تو وہ انشاء اللہ یہ کام کروادیں گے۔

جناب محمد عبد الرحیم قریشی صاحب نے کہا کہ آج کے جو حالات ہیں اس میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر مسلم پرسنل لا کے تعلق سے کسی قانون سازی کا مطالبہ حکومت سے کیا جائے تو وہ ایسے مطالبے کو قبول کرے گی، شاہ بانو کیس کے بعد چلی تحفظ شریعت تحریک کے نتیجہ میں حکومت ہند نے مسلم مطلقہ کے حقوق کا قانون بنایا تھا اور اس قانون کو پیش کرتے وقت اس وقت کے مرکزی وزیر قانون مسٹر اے کے سندھ نے کھلے الفاظ میں پارلیامنٹ

میں کہا تھا کہ حکومت مسلم مطلقہ کے حقوق کو شرعی احکامات کے مطابق بنانے کے لئے یہ قانون لا رہی ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پارلیامنٹ کا عندیہ نفقہ مطلقہ کو شریعت کے مقرر کردہ حدود تک محدود کرنے کا تھا، لیکن سپریم کورٹ نے فیصلہ کرتے وقت پارلیامنٹ کے عندیہ کو بالکلیہ نظرانداز کر دیا اور کئی مثالیں ایسی ہیں کہ اس طرح کی صورتوں میں پارلیامنٹ کے عندیہ کو بحال کرنے کے لئے قوانین میں ترمیمات کی گئیں اسلئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مسلم مطلقہ کے حقوق کے قانون بابت ۱۹۸۶ء میں ترمیمات تجویز کرے اور منظور کروائے۔ ان ترمیمی تجاویز کی تیاری کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو جناب عبدالقدیر صاحب ایڈوکیٹ (کنوینر) جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب ایڈوکیٹ، جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، جناب محمود پراچہ صاحب ایڈوکیٹ، جناب ایم آر شمشاد صاحب ایڈوکیٹ اور جناب محمد طاہر ایم حکیم صاحب ایڈوکیٹ پر مشتمل ہو اور بورڈ اس کمیٹی کو اختیار دے کہ کمیٹی اپنی مرتبہ تجاویز کو حکومت سے منظور کروانے کی کوشش کرے۔ اجلاس نے اس تجویز کو مولانا عتیق احمد بستوی صاحب کے پیش کردہ اس اضافہ کے ساتھ منظور کیا کہ کمیٹی تجاویز مرتب کرنے کے بعد ارکان عاملہ کو ان سے واقف کرائے۔

اصلاح معاشرہ تحریک کے سلسلہ میں محترمہ صفیہ نسیم صاحبہ نے بتایا کہ یوپی کے ضلع گونڈہ میں اصلاح معاشرہ کا پروگرام ہوا جس میں دو سو پچاس خواتین نے شرکت کی اور اسی طرح فتح پور میں ایک پروگرام ہوا جس میں پندرہ سو خواتین نے شرکت کی، محترمہ مونسہ بشریٰ عابدی صاحبہ نے بتایا کہ حیدرآباد کی کمیٹیاں اصلاح معاشرہ اور تفہیم شریعت تحریکوں کو اچھی طرح آگے بڑھا رہی ہیں ابھی حال میں دو روزہ ورکشاپ ہوا، اور آئندہ بھی ہونے والا ہے۔ اڑیسہ میں بھی دو دن کا پروگرام بہت کامیاب رہا۔

انہوں نے مظفرنگر کے حالات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا بورڈ خواتین کے ایک وفد کو وہاں کا دورہ کرنے کی اجازت دے گا۔ بیگم نسیم اقتدار علی صاحبہ نے کہا کہ انسداد فرقہ وارانہ تشدد بل کے تعلق سے بھی مطالبہ کرنا چاہئے۔ مولانا عبداللہ مغیثی صاحب میرٹھ نے فرمایا کہ مظفرنگر کے واقعات بہت افسوسناک ہیں اب جاٹ برادری کے بہت سے لوگ اس کو غلط سمجھ رہے ہیں اور اگر ان کو امن و قانون کا پیام دیتے ہوئے تیار کیا جائے تو وہ خود ساتھ چل کر کیمپوں میں پناہ گزین مسلمانوں کو اپنے اپنے مقامات پر واپس ہونے کی ترغیب دلائیں گے بلکہ ساتھ لے کر جائیں گے۔ اس وقت چار ہزار خاندان کیمپوں میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ مظفرنگر کی آگ کو جلد ٹھنڈا نہیں کیا گیا تو ایک خطرہ اور اندیشہ یہ ہے کہ یہ پورے ملک کو تباہ کر دے گی۔ مولانا نے یہ بھی کہا کہ حالات ابھی ایسے نہیں ہیں کہ خواتین کا کوئی وفد اس علاقہ میں جائے، صدر بورڈ نے فرمایا کہ لوگوں کے دلوں کو ملانے کی سخت ضرورت ہے، نفرت وعداوت کو مٹایا جائے، اس سے امن قائم ہوگا۔ ہندو حضرات خود کیمپوں میں جاکر مسلمان پناہ گزینوں کو واپس لے جائیں۔ ہم کو ہندوؤں میں بھی اصلاح معاشرہ کا کام کرنا چاہئے۔ قانونی کوششوں کے ساتھ ساتھ محبت و ہمدری کی فضاء پیدا کرنے کی جدوجہد ہونی چاہئے۔ جناب کمال فاروقی صاحب نے کہا کہ یوپی کی حکومت فیل ہو چکی ہے اور کانگریس بھی برابر کی ذمہ دار ہے وزیراعظم سے کہا گیا تھا کہ اگر کمیونل بل پاس ہو گیا ہوتا تو یہ واقعہ نہ ہوتا۔ اس تعلق سے آج کے اجلاس میں ایک تجویز ضرور پاس ہونی چاہئے۔

جناب عارف مسعود صاحب (بھوپال) نے کہا کہ مدھیہ پردیش میں مسلمانوں کے خلاف شرانگیزی کے واقعات شروع ہو چکے ہیں، اندور کے قریب چندن پوری میں واقعہ ہوا اور کھرکیاں ضلع ہردیا میں بھی مسلمانوں کی جان و مال پر حملہ ہوا ہے۔ مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب، مولانا آس محمد گلزار صاحب، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ، مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نائب صدر بورڈ، مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نائب صدر بورڈ اور جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ کے اظہار خیال کے بعد جناب عبدالقدیر ایڈوکیٹ صاحب

اور جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ کی درج ذیل تجویز کومنظور کیا گیا۔

''ملک کی موجودہ فرقہ وارانہ صورتحال اور بالخصوص آسام اور مظفرنگر وغیرہ کے فسادات کی یہ اجلاس سخت مذمت کرتا ہے، ہمارا ملک امن وآشتی کا گہوارہ ہے لیکن عرصہ سے فرقہ پرست اور فسطائی ذہنیت کے کچھ افراد اور جماعتیں منظم طور پر اس ملک کا سکون درہم برہم کرنے اور قومی یکجہتی کے پیرہن کو تارتار کرنے پر لگی ہے، گذشتہ سال آسام میں اور حالیہ دنوں میں مظفرنگر اوراس کے اطراف میں واقع فرقہ وارانہ فساد جو انسان کشی کی مثال ہے انہیں فسطائی طاقتوں کی اشتعال انگیزی کا نتیجہ ہے جس نے سیکڑوں کو ہلاک اور ہزاروں کو بے گھر کردیا۔ اور جس سے کروڑوں روپے کا نقصان ہوا اور دنیا کے سامنے ہمارے جمہوری ملک کی شبیہ مسخ ہوگئی، اس کی ذمہ داری مرکزی اور ریاستی حکومتوں اوران کے افسران پر عائد ہوتی ہے کہ انہوں نے تمام آثار وقرائن کونظرانداز کرتے ہوئے بروقت اقدام نہیں کیا اور فسادات اورنسل کشی کو روکنے کی کوئی مؤثر تدبیر نہیں کی، دوسری ذمہ داری مقامی انتظامیہ کی ہے کہ جس کی نااہلی اور لاپرواہی نے ان پر قدغن نہیں لگائی اور اتنا بڑا واقعہ ہونے دیا۔ تیسری ذمہ داری ان افراداور جماعتوں کی ہے جوفرقہ وارانہ ہم آہنگی کو ہمہ وقت تارتار کرنے میں لگے ہوئے ہیں تاکہ اس سے ان کے سیاسی مفادات کی حصولیابی ممکن ہو۔''

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس ان دردناک واقعات پر سخت تشویش کا اظہار کرتا ہے اورحکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ذمہ دار افسران واہل کاران پر سخت سے سخت کارروائی کی جائے، قتل وغارت گری کرنے والوں اورحملہ کرنے والوں کے خلاف بھی جلد کارروائی کرکے کیفرکردار کو پہونچایا جائے۔ مہلوکین کے کنبوں اور زخمیوں کونقصان کا پورا معاوضہ دیا جائے اور بے گھروں کی آبادکاری کی جائے۔

یہ اجلاس مظفرنگر اور اطراف کے انصاف پسند لوگوں سے درخواست کرتا ہے کہ وہ سامنے آئیں، آپس کی دوریوں کوختم کریں اور ہندوؤں اور مسلمانوں کا اعتماد ایک دوسرے پر پھر سے بحال ہو، خوف و ہراس کا ماحول، یگانگت اور میل جول میں بدل جائے، بےگھروں کواپنے گھر واپس ہونے اوران کی آبادکاری میں مدد کی جائے۔

بورڈ کی مجلس عاملہ حکومت ہند سے مطالبہ کرتی ہے کہ انسداد فرقہ وارانہ تشدد بل کوجلدازجلد ذریعہ آرڈیننس نافذ کیا جائے یا آنے والے موسم سرما کے پارلیامنٹ کے اجلاس میں منظور کروایا جائے تاکہ اس قسم کے فسادات اورمنظم سازشوں کی بروقت روک تھام ہوسکے اور ہمارا ملک جنت نشان کہلائے ــــــــ''

آثار قدیمہ کے قوانین کے جائزے کے لئے تشکیل کردہ کمیٹی کے کنوینر جناب پروفیسر شکیل احمد صمدانی صاحب نے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ اس کمیٹی کی پہلی میٹنگ ہوچکی ہے جس میں آثار قدیمہ کے ایکٹ پر غور کیا گیا ــــــــ کمیٹی نے محسوس کیا کہ بہت سی ریاستوں میں الگ الگ قوانین موجود ہیں، ان قوانین کو حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، کمیٹی نے اس پر بھی غور کیا کہ آثار قدیمہ کی مساجد میں کیوں اور کس قانون کے تحت نماز ادا کرنے پر پابندی لگی ہے، کمیٹی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قانون ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کرتا۔ یہ طے کیا گیا کہ ان مساجد میں کب سے نماز روک دی گئی اس کی تفصیلات حاصل کی جائیں۔ کمیٹی ریاستی قوانین اوردرکار تفصیلات حاصل کرنے کے بعدان پر غور کرکے اپنی رپورٹ پیش کرے گی۔ جناب محمد ادیب صاحب ایم پی نے بتایا کہ وہ گذشتہ چار سالوں سے مسلم ارکان پارلیامنٹ سے آثار قدیمہ کی مساجد میں نماز کی اجازت کے تعلق سے گفتگو کررہے ہیں۔ وزیراعظم جناب منموہن سنگھ سے بھی ملاقات ہوئی اور ان کو اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ ۱۹۳۶ء میں جن مساجد میں نماز ہوتی تھی ان مساجد میں نماز کی اجازت دی جائے۔ وزیراعظم بعض وجوہات سے ان مساجد کو دہلی وقف بورڈ کے حوالہ کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ البتہ وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ یا ایسے دوسرے ادارے کے حوالہ کرنے کو تیار ہیں۔ جناب کمال فاروقی صاحب اور جناب

ظفریاب جیلانی صاحب نے کہا کہ پہلے ایسی مساجد میں نماز کا سلسلہ شروع ہو اور اس کے بعد ان مساجد کے انتظام کی بات کی جاسکتی ہے۔ جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے فرمایا کہ مسلم پرسنل لا بورڈ مساجد کے انتظامات کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا اس کے لئے کوئی صورت نکالی جائے۔ ان مباحث کے بعد بورڈ نے حکومت ہند اور خصوصاً آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا سے مطالبہ کیا کہ آثار قدیمہ کی مساجد میں مسلمانوں کو نماز ادا کرنے سے نہ روکا جائے بلکہ ان کو سیکورٹی فراہم کی جائے۔

جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ انہوں نے صدر بورڈ کو ایک تجویز بھیجی ہے کہ ارکان بورڈ کے لئے ایک ضابطہ اخلاق بنایا جائے اور اسی طرح دارالقضاء کے لئے ایک ضابطہ کارروائی بنائی جائے کیونکہ ایسے واقعات ہو رہے ہیں کہ بعض دارالقضاء انصاف رسائی کے لئے فطری اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے احکامات جاری کررہے ہیں اور اس طرح متاثرہ افراد کو عدالتوں سے رجوع ہونے کا موقعہ فراہم کررہے ہیں اور اس بات کا اندیشہ پیدا ہورہا ہے کہ عدالتوں کے ذریعہ ان واقعات کی وجہ سے دارالقضاء کے کام پر روک نہ لگ جائے۔

جنرل سکریٹری بورڈ نے فرمایا کہ دارالقضاء کے قضاۃ کی نشستیں سال میں دو مرتبہ ہونی چاہئے جن میں ان کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے۔ مجلس عاملہ صرف اصول طے کرے گی، کام دارالقضاء کمیٹی کو کرنا ہوگا۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب کنوینر دارالقضاء کمیٹی نے کہا کہ جمشید پور کے اجلاس امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی کہ دارالقضاء کے جائزے، کارروائی اور طریقہ کار پر غور کرے۔ موجودہ حالات کے اعتبار سے طریقہ کار کو بہت مضبوط ہونا چاہئے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کہا کہ مسلمان اکثر فسخ نکاح کے سلسلہ میں دارالقضاء سے رجوع ہوتے ہیں کیونکہ ایک مسلمان قاضی ہی نکاح فسخ کرسکتا ہے، دارالقضاء عموماً ایسے معاملات کی سماعت نہیں کرے جس میں کوئی ایک فریق اسی معاملہ میں سرکاری عدالت سے رجوع ہوچکا ہو۔ مولانا رحمانی صاحب نے کہا کہ بورڈ کو مرافعہ کا ضابطہ بنانا چاہئے اور حضرات علماء و وکلاء مل کر دارالقضاء کے طریقہ کار پر غور کرے۔ اس سلسلہ میں جہاں جہاں دارالقضاء کے کنوینرس ہیں ان کی میٹنگ رکھی جائے اور رکاوٹوں کو دور کرنے اور مسائل کو حل کرنے کی تدبیریں اختیار کی جائیں۔

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے کہا کہ نظام قضاء کو کیسے چلایا جائے یہ مسئلہ عملی اور بڑا اہم ہے موجود قانون سے اس کو کس طرح جوڑا جاسکتا ہے اس پر ایک ورکشاپ ہونا چاہئے۔ مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب نے کہا کہ وہ قضاۃ کے دو روزہ کیمپ کے انعقاد کے لئے جامعۃ الہدایہ جے پور کی پیش کش کرتا ہوں۔

جنرل سکریٹری صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ بورڈ کے آئندہ اجلاس عمومی کے لئے کیرالا کے اصحاب جناب حاجی ابراہیم صاحب اور مولانا عبدالشکور قاسمی صاحب رکن بورڈ کی طرف سے پیشکش وصول ہوئی کہ اجلاس کالی کٹ میں منعقد کیا جائے اور اسی طرح کی پیش کش جلگاؤں مہاراشٹر سے ہوئی ہے۔ آئندہ اس پر غور کیا جائے گا۔

اجلاس کے اختتام پر صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے فرمایا کہ کسی مسئلہ پر گفتگو کے دوران اپنی رائے پر کوئی رکن ایسا اصرار نہ کرے کہ جس سے دوسروں کی رائے دب جائے۔ مشورہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مختلف آراء کو سامنے رکھتے ہوئے کسی ایک نقطہ نظر کو قبول کیا جائے اسلئے افہام وتفہیم کو ترجیح دینی چاہئے اور اس طرح سے مشاورتی نظام کو مضبوط کرنا چاہئے۔ دستور ہند ہم کو اپنے مطالبات حکومت اور سرکاری اداروں کے سامنے رکھنے کا حق دیتا ہے اس حق کے استعمال کے لئے جو بھی مطالبہ طے ہو اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرلیا جائے۔

صدر محترم کی دعاء پر یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

مرکزی دفتر بورڈ کی سرگرمیاں

(مختصر رپورٹ)

مرتب: وقارالدین لطیفی

● ۲۲ ستمبر ۲۰۱۳ء کو مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس صدر بورڈ محترم کی صدارت میں نیو ہورائزن اسکول حضرت نظام الدین نئی دہلی میں منعقد ہوا، جس کی مکمل روداد الگ سے اسی شمارہ میں دی گئی ہے، مجلس عاملہ کے بعد پریس کو جو بیان دفتر سے جاری کیا گیا تھا وہ حسب ذیل ہے:

نئی دہلی: ۲۴ ستمبر ۲۰۱۳ء

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۲۲ ستمبر ۲۰۱۳ء کو دہلی میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب منعقد ہوا۔ اس اجلاس نے نئے وقف بل کا جائزہ لیا اور اس بات کا اظہار اطمینان کیا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی پیش کردہ کئی تجاویز کو تسلیم کر لیا گیا ہے لیکن چند اہم تجاویز کو یکسر نظرانداز کر دیا گیا ہے اور بعض کو جزوی طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ بورڈ نے اس بات کو بھی محسوس کیا کہ اوقافی جائدادوں پر ناجائز قبضوں کی برخواستگی کا قانون بنانے کا مرکزی وزیر اقلیتی بہبود جناب کے رحمان خان صاحب نے وعدہ کیا تھا لیکن اس سلسلہ میں ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی ہے۔ اجلاس نے طے کیا کہ قانون وقف کے تعلق سے وہ سابقہ موقف پر قائم ہے اور اس کے مطابق ترمیمات کرانے اور ناجائز قابضین کے انخلاء کا قانون بنوانے کی کوشش کرتا رہے گا۔

اس اجلاس میں اس بات کا بھی مطالبہ کیا گیا کہ آثار قدیمہ کی مساجد میں اگر مسلمان نماز ادا کرنے لگیں تو حکومت کا کوئی محکمہ اس عمل کو نہ روکے بلکہ مسلمانوں کے لئے سیکوریٹی فراہم کرے۔ نفقہ مطلقہ کا جائزہ لینے کے بعد آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اس اجلاس نے اپنے اس احساس کا اعادہ کیا کہ سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ میں پارلیامنٹ کے اس عندیہ کو یکسر نظرانداز کیا ہے کہ مسلم مطلقہ کے حقوق کا قانون شریعت اسلامی میں دیئے گئے حدود تک محدود کرنے کے لئے بنایا گیا ہے، طے کیا گیا کہ موجودہ قانون میں ایسی ترمیمات کی جائیں جن سے پارلیامنٹ کا عندیہ بحال ہو سکے اور اس کے لئے حکومت ہند سے مؤثر نمائندگی کی جائے۔ بورڈ کے اس اجلاس میں اصلاح معاشرہ تحریک، تحفظ شریعت تحریک اور قائم شدہ دارالقضاء کا بھی جائزہ لیا گیا۔

اجلاس عاملہ میں ملک کی موجودہ فرقہ وارانہ صورت حال اور بالخصوص آسام اور مظفرنگر و دیگر اضلاع یوپی کے مسلم مخالف فسادات کا جائزہ لیتے ہوئے اس احساس کا اظہار کیا کہ ہمارا ملک امن وآشتی کا گہوارہ ہے لیکن عرصہ سے فرقہ پرست اور فسطائی ذہنیت کے افراد اور جماعتیں منظم طور پر اس ملک کا سکون درہم برہم کرنے اور قومی یکجہتی کے پیرہن کو تارتار کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ حالیہ عرصہ میں جو فسادات آسام اور یوپی میں ہوئے انہیں فسطائی طاقتوں کی اشتعال انگیزی کا نتیجہ ہے جس نے سیکڑوں کو ہلاک اور ہزاروں کو بے گھر کر دیا اور جن سے کروڑوں روپے کا نقصان ہوا اور دنیا کے سامنے ہمارے جمہوری ملک کی شبیہ مسخ ہوئی ہے۔ اسکی ذمہ داری مرکزی اور ریاستی حکومتوں پر اور ان کے افسران پر عائد ہوتی ہے کہ انہوں نے بروقت اقدام نہ کر کے فسادات کو برپا کرنے کا موقعہ دیا اور فساد پھوٹنے پر اس کو روکنے کی کوئی مؤثر تدبیر نہیں کی۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ نے ان دردانگیز واقعات کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے تشویش کا اظہار کیا اور حکومتوں سے مطالبہ کیا کہ قتل وغارت گری کرنے والے افراد اور اپنے فرائض انجام نہ دینے والے افسران اور انتظامیہ کے خلاف سخت ترین کارروائی کی جائے، مہلوکین کے خاندانوں اور زخمیوں کو نقصان کا پورا معاوضہ دیا جائے اور بے گھر ہوئے خاندانوں کی بازآبادکاری کی

جائے۔اجلاس نے ضلع مظفرنگر اوراس کے اطراف کے انصاف پسند لوگوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس موقعہ پر سامنے آئیں، آپس کی دوریوں کو ختم کریں اور ہندوؤں اور مسلمانوں کا اعتماد ایک دوسرے پر پھر سے بحال کرتے ہوئے کہ خوف وہراس کا ماحول، یگانگت اور میل وجول میں بدل جائے اور بے گھروں کی آبادکاری میں مدد مل سکے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ نے حکومت ہند سے مطالبہ کیا کہ انسداد فرقہ وارانہ تشدد بل آنے والے پارلیامنٹ کے سرمائی اجلاس میں منظور کروائے اور اگر اس میں دشواری محسوس ہو تو صدارتی آرڈننس جاری کروائے تاکہ اس قسم کے فسادات اور منظّم سازشوں کی بروقت روک تھام ہوسکے اور ہمارا ملک پھر جنت نشان کہلایا جاسکے۔

مجلس عاملہ کے اس اجلاس میں درج ذیل اراکین عاملہ و مدعوئین کرام نے شرکت کی:

۱۔مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب،۳۔مولانا محمد سالم قاسمی صاحب، ۴۔مولانا سید جلال الدین عمری صاحب، ۵۔مولانا کاکا سعید احمد عمری صاحب، ۶۔مولانا سید شاہ فخرالدین اشرف صاحب، ۷۔مولانا سید نظام الدین صاحب، ۸۔جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب، ۹۔مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب۱۰۔مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، ۱۱۔پروفیسر ریاض عمر صاحب،۱۲۔مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب،۱۳۔جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب ایڈوکیٹ،۱۴۔مولانا احمد علی قاسمی صاحب، ۱۵۔جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ، ۱۶۔مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب، ۱۷۔جناب عارف مسعود صاحب، ۱۸۔مولانا حکیم محمد عبداللہ مغیثی صاحب، ۱۹۔مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب،۲۰۔مولانا مفتی احمد دیولا صاحب، ۲۱۔جناب شکیل صمدانی صاحب، ۲۲۔مولانا عبدالعلیم بھٹکلی صاحب،۲۳۔مولانا عتیق احمد بستوی صاحب،۲۴۔جناب کمال فاروقی صاحب، ۲۵۔مولانا حافظ سید اطہر علی صاحب، ۲۶۔مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب،۲۷۔مولانا سعود عالم قاسمی صاحب،۲۸۔محترمہ بیگم نسیم اقتدار علی صاحبہ، ۲۹۔محترمہ ڈاکٹر صفیہ نسیم صاحبہ،۳۰۔محترمہ پروفیسر مونسہ بشریٰ عابدی صاحبہ،۳۱۔مولانا اسرارالحق قاسمی صاحب (ایم پی)،۳۲۔مولانا سید ارشد مدنی صاحب،۳۳۔مولانا عبدالشکور قاسمی صاحب،۳۴۔مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب، ۳۵۔جناب محمد ادیب صاحب، ۳۶۔جناب شکیل احمد سید ایڈوکیٹ صاحب، ۳۷۔جناب نصرت علی صاحب، ۳۸۔مولانا قاری محمد یعقوب علی خان صاحب، ۳۹۔جناب عبدالقدیر ایڈوکیٹ صاحب،۴۰۔مولانا عبیداللہ اسعدی صاحب،۴۱۔مولانا آس محمد گلزار قاسمی صاحب،۴۲۔جناب حاجی سکندر اعظم صاحب،۴۳۔مولانا قاری محمد شفیق قاسمی صاحب،۴۴۔پیر جی حافظ حسین احمد قادری صاحب،۴۵۔جناب ایم آر شمشاد ایڈوکیٹ صاحب،۴۶۔قاضی محمد کامل قاسمی صاحب،۴۷۔مولانا سید محمد واضح رشید ندوی صاحب، ۴۸۔جناب محمد شاہد حسین خانصاحب، ۴۹۔جناب ابراہیم خلیل عابدی صاحب،۵۰۔مولانا محمد شاہد ناصری قاسمی صاحب،۵۱۔مولانا بدرالحسن قاسمی صاحب، محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ۔

● اصلاح معاشرہ:

خواتین میں بیداری لانے کے لئے ملک گیر اصلاح معاشرہ تحریک آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی

طرف سے شہر حیدرآباد میں منعقد ہونے والے عظیم الشان دوروزہ آل انڈیا ''اصول الشریعۃ'' ورکشاپ کی ایک رپورٹ

ورکشاپ کا پہلا دن:

تحریک اصلاح معاشرہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے مسلم پرسنل لا بورڈ سے منسلک وسرگرم تعلیم یافتہ خواتین کیلئے دوروزہ آل انڈیا ''اصول الشریعۃ'' ورکشاپ بتاریخ: ۲۴/ اور ۲۵/ اگست ۲۰۱۳ء ، بروز: ہفتہ، اتوار، بمقام: لکڑی کا پل، پرل ریجنسی آڈیٹوریم میں منعقد ہوا۔

ورکشاپ کے پہلے دن پروفیسر جمیل النساء صاحبہ نے ''تعارف شریعت'' کے عنوان پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہر مسلمان کو یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ جہاں تک اصولی عقائد کا تعلق ہے وہ ہر نبی کی امت میں یکساں رہے ہیں۔مثلاً توحید وآخرت وغیرہ، لیکن عملی احکام مختلف انبیاءؑ کی شریعتوں میں اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے بدلتے رہے ہیں۔حضرت محمدؐ کی جانب سے بھیجی گئی شریعت قیامت تک کیلئے ہے۔انھوں نے کہا کہ شریعت کا مقصد دراصل سعادت دارین ہے اور شریعت کا دائرہ انسانی زندگی

کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔شریعت اسلامی کے اصولوں میں اتنی گہرائی و گیرائی اور لچک ہے کہ ان کی روشنی میں ہر دور و زمانے کے سماجی، سیاسی، معاشی، مذہبی، تمدنی اور عائلی وخاندانی، انفرادی واجتماعی مسائل کا حل اس میں موجود ہے۔کئی بڑے بڑے اکابر وعلماء کرام نے شریعت اسلامی کے مطابق کئی اہم وپیچیدہ مسائل کو حل کر کے اس کے عملی مظاہرے پیش کئے ہیں۔جس پر تاریخ آج بھی شاہد ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم تعلیم یافتہ خواتین اپنے اندر شریعت اسلامی کے شعور کو بلند کرے اور ایک ذمہ دار مسلم ماں، بہن، بیٹی، بیوی اور سب سے بڑھ کر مومنہ ومسلمہ کا کردار ادا کرتے ہوئے معاشرہ و سماج میں ایک بہترین تبدیلی لانے کیلئے اٹھ کھڑی ہو، تاکہ آنے والی نسلوں تک شریعت اسلامی کی تعلیمات تسلسل کے ساتھ جاری و ساری رہ سکیں۔

محترمہ تہنیت اطہر صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ''مسلم پرسنل لا کے اہم نکات'' پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ شریعت اسلامی ایک جامع آئین و دستور ہے۔جسمیں حکومت، سماج، خاندان اور فرد سے متعلق قوانین تفصیل سے ہیں۔عائلی قوانین اسلامی کو ہمارے ملک ہندوستان کے دستور میں خاص جگہ دی گئی ہے۔شریعت اسلامی کا عائلی قانون ہندوستان کا اہم حصہ ہے۔جسے ہندوستان میں مسلم پرسنل لا کہا جاتا ہے۔مسلم پرسنل لا کے اہم نکات میں نکاح، مہر، طلاق، خلع، عدت، فسخ و تفریق، ہبہ، وصیت، وراثت، وقف اور متبنیٰ۔انھوں نے کہا کہ دنیا میں انسان کے وجود وآمد کا سلسلہ حضرت آدمؑ وحواؑ کے رشتہ ازدواج سے ہوا۔انسانی آبادیوں، نسلوں، قوموں کی بنیاد یہی تھی۔شریعت اسلامی نے نکاح کو سہل، آسان کر کے بے حیائی وناجائز راستوں کے تمام دروازوں کو بند کر دیا اور ایک اعلیٰ معیاری خاندان وسوسائٹی کی بنیادوں کو مستحکم کیا۔اسلام میں نکاح مرد وعورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا ایک معاہدہ ہے۔اسلامی نکاح کی دوسری بنیادی شرط مہر ہے۔نکاح کے وقت لڑکی یا عورت کی مرضی سے مہر مقرر کرنا ضروری ہے۔مہر عورت کی ذاتی ملکیت ہے اور مہر معاف کرنا عورت کا ذاتی اختیار ہے، خلع کی صورت میں مہر معاف کرسکتی ہے اور ادا کردہ مہر واپس لینا بھی منع ہے۔

انھوں نے قرآنی آیتوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ شریعت اسلامی نے طلاق کو ایک ناپسندیدہ عمل ہونے کے باوجود جائز وحلال قرار دیا ہے۔طلاق کے بیجا استعمال سے منع کیا گیا ہے۔طلاق تین طہور میں دی جانی چاہئے۔دوران عدت بیوی کو گھر سے نہ نکالا جائے۔اور اگر بیوی دوسرے گھر چلی بھی جائے تب بھی نفقہ ادا کرنا شوہر پر واجب ہے۔نفقہ کی ذمہ داری صرف تین ماہ تک ہوتی ہے اور اسکے بعد اگر طلاق مکمل ہو جائے تب یہ دونوں ایک دوسرے کیلئے غیر اور اجنبی ہو جاتے ہیں۔اسکے بعد عورت کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے سابقہ شوہر سے کسی بھی قسم کا مطالبہ کرے یا تعلق رکھے۔اسی طرح جہاں مرد کو اللہ تعالیٰ نے طلاق کا حق دیا ہے وہیں عورت کو خلع کا حق دیا ہے۔خلع میں عورت اپنا مہر معاف کرسکتی ہے۔اگر مہر پہلے ہی ادا کیا گیا ہو تو کچھ دے دلا کر بھی خلع لے سکتی ہے۔خلع کیلئے شوہر کا دستخط لازمی ہے۔شوہر کی طرف سے ظلم و زیادتی اور حق تلفی کی صورت میں اگر عورت خلع کا مطالبہ کرے اور شوہر اسے بھی نظر انداز کر دے نہ طلاق دے اور نہ ہی خلع پر دستخط کرے تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے قاضی کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ نکاح کو فسخ کر دے۔انھوں نے عدت کے متعلق کہا کہ شوہر کے انتقال کے بعد یا طلاق کے فوری بعد عورت کیلئے یہ لازم ہے کہ وہ زیب و زینت سے اجتناب کرے اور طلاق یا خلع کے بعد تین ماہ تک اپنے آپ کو روکے رکھے اور کسی اور سے نکاح نہ کرے، شوہر کے انتقال کی صورت میں چار ماہ دس دن عدت گذارے۔

انھوں نے کہا کہ ازدواجی رشتہ کو ختم کرنے کیلئے طلاق وخلع کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے شریعت میں ایک اور سہولت رکھی ہے۔شوہر اور بیوی میں حتی المقدور کوشش کے باوجود نباہ ممکن نہ ہو رہا ہو اور شوہر نہ طلاق دیتا ہے اور نہ خلع پر دستخط کرتا ہے تو پھر قاضی کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ دونوں فریقین کی گواہی میں اس نکاح کو فسخ کر دے۔ہبہ کے متعلق فرمایا کہ قانون ہبہ law of gift شریعت وقانون اسلامی کا ایک اہم حصہ ہے اس قانون کے تحت شریعت میں وہ تمام معاملات بتلائے گئے ہیں۔کہ ہبہ کیسے دیا جائے، کیا دیا جائے، مقدار کتنی متعین ہو؟ کسی شخص کا اپنی منقولہ moveble

property اور غیر منقولہ immoveble property کو فی الحال مالک بنا دینا اور دوسرے شخص کا اسکی اجازت سے اسکو حاصل کرنا یا تصرف اور قبضہ میں رکھنا ہبہ کہلاتا ہے۔ وصیت کے متعلق بتایا کہ شریعت اسلامی میں وصیت کے معنی تمام اہم امور و باتیں اور تقسیم صاحب مال کے انتقال کے بعد وارثوں کو انجام دینا لازمی ہے۔ اپنی کسی چیز کا یا اس سے ہونے والی آمدنی اور منافع کا وفات کے بعد تقسیم کے مدات بتلا دینا اور مالک بنادینا وصیت کا اہم حصہ ہے۔ وراثت کے متعلق کہا کہ قانون وراثت اسلامی شریعت کا اہم رکن ہے۔ وراثت اور میراث وہ ہے جو میت اپنے ورثاء کیلئے چھوڑ جائے۔ میت کی تدفین و تکفین کے اخراجات کے بعد جو کچھ بچ جاتا ہے وہ وراثت ہے۔ وراثت کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اصحاب الفروض، عصبات، ذوی الارحام۔ وقف کے متعلق کہا کہ اللہ کی رضاء کیلئے اپنی جائداد یا کسی شئے کو فی سبیل اللہ وقف کیا جاتا ہے۔ وقف کی ہوئی جائیداد نہ بیچی جاسکتی ہے اور نہ خریدی جاسکتی ہے۔ متبنیٰ کے متعلق کہا کہ جس کسی کو اولاد نہ ہو وہ اپنے رشتہ دار یا کسی کے بچے کی کفالت اور پرورش کرسکتا ہے لیکن اس بچے کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنا نام دینا اور جائداد میں وارث بنانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

محترمہ رقیہ فرزانہ صاحبہ رکن عاملہ متحدہ تحفظ شریعت کمیٹی نے ''نکاح کے احکام و اصول'' کے عنوان پر اپنے تفصیلی لیکچر میں کہا کہ اسلام نے نکاح کا ایسا سادہ قانون دیا ہے جو مرد و عورت دونوں کے لئے روشن ترین مشعل حیات ہے۔ اسلام نے نکاح کے ذریعہ مرد و عورت کو ایکدوسرے کے حقوق اور ذمہ داری کو پورا کرنے کا متوازن نظام دیا ہے۔ اسلامی تصور نکاح افضل، اکمل، احسن اور اشرف ہے۔ اسلامی نکاح میں شوہر اور بیوی ایک مکمل با اختیار اور آزاد شخصیتیں ہیں۔ مرد کو قوام بنا کر اسکے وسیع اختیارات کو جائز حد تک محدود فرمادیا اور حسن سلوک کیلئے پابند کردیا۔ شوہر کو حکم دیا گیا کہ بیویوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے زندگی بسر کرو۔ انھوں نے کہا کہ مسنون نکاح کے چار بنیادی شرائط ایجاب و قبول، مہر، دو گواہ، باپ یا ولی کی موجودگی سے شریعت اسلامی میں نکاح مکمل ہو جاتا ہے۔

مہمان مقررہ محترمہ صبوحی عزیز صاحبہ جنرل سکریٹری آل بنگال مسلم ایسوسی ایشن و رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کولکتہ نے ''خاندانی تنازعات کے اسباب و وجوہات'' پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ایمان سے دوری، بزرگوں کی خدمت و احترام میں عدم دلچسپی، نیوکلیر فیملی کا تصور، دینی و دنیوی تعلیم میں بے اعتدالی، لڑکے و لڑکیوں کی تعلیم میں ناہمواری و نابرابری، والدین کا اپنے بچوں کی تربیت کے معاملے میں عدم دلچسپی، مادہ پرستی کی بہتات، اسٹیٹس بڑھانے کی فکر میں شوہر اور بیوی کی ایکدوسرے سے دوری، صبر و تحمل اور برداشت میں کمی، سسرالی و دیگر رشتوں سے بیزارگی، جہیز کے لینے اور دینے سے پیدا ہونے والی ذلت و سماجی برائی، انٹرنیٹ اور موبائیل فون کے استعمال سے پیدا ہونے والی مضر خرابیاں اور والدین کا اس معاملے میں لاپرواہی، یہ وہ عوامل ہیں جو خاندانی تنازعات کے اسباب ہیں۔

محترمہ شمیم فاطمہ صاحبہ رکن متحدہ تحفظ شریعت کمیٹی نے ''ازدواجی تنازعات'' کے عنوان پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ والدین بیٹی کے نکاح کے بعد اس کے معاملات سے دور رہیں، اکثر مائیں بیٹیوں کے نکاح کے بعد بھی انکی زندگیوں میں دخل اندازی کرتی ہیں جس سے ازدواجی تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔

پروفیسر رفیق النساء صاحبہ رکن عاملہ متحدہ تحفظ شریعت کمیٹی نے ''طلاق'' کے عنوان پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ مسلم معاشرے میں اہم مسئلہ طلاق کا ہے۔ اور اس میں شرعی نزاکتیں بھی ہیں۔ انھوں نے قرآنی آیتوں کے حوالہ سے کہا کہ تمام حلال چیزوں میں طلاق اللہ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ طلاق کا استعمال ناگزیر حالات میں ہی کیا جائے۔ طلاق کو روکنے کیلئے پہلے عارضی دوری اختیار کی جائے، کونسلنگ کی جائے، اور فریقین کی جانب سے ثالث کو مقرر کیا جائے۔ طلاق کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس لئے غصہ اور جذبات میں کوئی غلط قدم نہ اٹھائیں، نکاح کے بعد انا کو مضبوط کرنے کے بجائے معاملات کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ایک خوشحال زندگی گزارنے کی طرف قدم بڑھائیں۔ کسی بھی صورت میں ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے پائے تو پھر قرآن کے حکم پر سر تسلیم خم کردیں۔

ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ رکن مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ''**تین طلاق کے مسائل**'' پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ طلاق مسئلہ نہیں، مسئلہ کا حل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شوہر کو طلاق کا حق دیا اس کے ساتھ ہی ساتھ رجعت کا بھی حق دیا۔ مگر لوگ اس حق سے واقف ہی نہیں ہیں۔ اسلئے کہ آداب طلاق کو معلوم کرنا غیر ضروری سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح نماز کا طریقہ سکھایا جاتا ہے، اور دوسرے عبادات کے طریقے سکھائے جاتے ہیں اسی طرح نکاح سے قبل نکاح و طلاق کے آداب بھی مرد و عورت کو بتلائے جائیں۔ ہر میاں بیوی کا تنازعہ الگ الگ ہوتا ہے۔ فقہاء طلاق کے تنازعہ کو سیاق وسباق کے ساتھ سمجھ کر فیصلہ کرتے ہیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے نفاذ شریعت میں دارالقضاء کی ضرورت پر زور دیا۔

مہمان مقرر مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، مالیگاؤں، ناسک مہاراشٹر نے ''**شریعت اسلامی میں خواتین کے حقوق کا تحفظ**'' کے عنوان پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ پہلی چیز یہ سمجھنے کی ہے کہ کسی اور قانون و مذہب میں خواتین کے حقوق کا تحفظ نہیں کیا گیا۔ آج کے دور میں غیر مذاہب میں عورت کو جو مقام دیا گیا ہے اس کا تقابلی مطالعہ کریں تو اسلام کی عظمت کا احساس ہوگا۔ اسلام نے خواتین کے ساتھ کتنا انصاف کیا ہے۔ انھوں نے عورتوں کے متعلق مختلف فلاسفرس کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ سقراط نے عورت کو فساد کی جڑ کہا، کسی اور نے عورت کو زہر قرار دیا، جبکہ اسلام نے عورت کو لائق عزت وتوقیر قرار دیا۔ اور بتایا کہ تخلیق کے حساب سے عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ کی نگاہ میں دونوں برابر ہیں۔ مولانا نے کہا کہ اسلام نے عورتوں کو جو حقوق دیئے ہیں اس میں وراثت، تعلیم، نکاح میں عورت کی پسند کو مقدم رکھا، کسب معاش کی آزادی ہے۔ حضرت عائشہؓ کا حوالہ دیتے ہوئے انکی تعلیمی قابلیت کو اجاگر کیا۔ اور کہا کہ ہماری مائیں اور بہنیں ام المومنین کو اپنا رول ماڈل بنائیں، انکی طرح اخلاق و کردار کو اپنائیں، ماں، بہن، بیٹی اور بیوی چاروں رشتوں کی اہمیت وافضلیت کو بتلاتے ہوئے کہا کہ ان میں سب سے زیادہ ماں کا درجہ افضل واعلیٰ ہے۔ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے، بیٹی رحمت ہے اور جو کوئی بھی ایک یا دو بیٹیوں کی اچھی پرورش اور تربیت کرے اسکے لئے جنت واجب ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری مائیں اپنے مقام و مرتبہ کو جانیں اور شریعت اسلامی کے روشن پہلوؤں کو اپنا کر اپنی زندگی اور آخرت کو سنوار لیں۔

اس دوروزہ ورکشاپ کا آغاز محترمہ حمیرہ بیگم صاحبہ رکن مسلم گرلز ایسوسی ایشن کے قرأت کلام پاک سے ہوا۔ ڈاکٹر ذکیہ سلطانہ صاحبہ رکن متحدہ تحفظ شریعت کمیٹی نے درس قرآن پیش کیا۔ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے مندوبات اور دیگر مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور ورکشاپ کی غرض و غایت کو واضح انداز میں بتلایا۔ سامعات کی جانب سے ڈسکشن میں کئے گئے سوالات کے تشفی بخش جوابات دیئے گئے جس سے وہ کافی مطمئن ہوئیں۔

ورکشاپ کے پہلے دن کی تینوں نشستوں کی صدارت بالترتیب پروفیسر جمیل النساء صاحبہ، ڈاکٹر تسنیم احمد صاحبہ اور ڈاکٹر ذکیہ سلطانہ صاحبہ نے کی۔ 150 سے زائد مقامی و بیرونی مندوبات اس ورکشاپ میں شریک تھیں۔ مولانا کی دعاء پر ورکشاپ کا اختتام عمل میں آیا۔

ورکشاپ کا دوسرا دن:

ورکشاپ کے دوسرے دن محترمہ روحی صاحبہ رکن متحدہ تحفظ شریعت کمیٹی کے درس قرآن سے چوتھے سیشن کا آغاز ہوا۔

مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب مالیگاؤں، رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ''**نفاذ شریعت کے راستے کی سماجی رکاوٹیں**'' کے عنوان پر اپنے کلیدی خطبہ میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ بڑی عنایت ہے اور اسکا خاص فضل وکرم ہے کہ دو دنوں کا یہ تربیتی ورکشاپ بحسن وخوبی اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ یہ دو دنوں کا وقت ہم نے دین کی، شریعت کی، قانون اسلامی کی باتوں کو سننے میں گذارا ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ انشاءاللہ، اللہ کے پاس اسکا بہت اجر ملے گا اور اس سے ہماری زندگی پر کافی اچھا اثر پڑے گا۔ جن بہنوں نے یہ کوشش کی اللہ پاک دنیا وآخرت میں انھیں سرخرو کرے، انکے قلوب کو اللہ سرسبز وشاداب رکھے۔ شریعت اللہ تعالیٰ کا تحفہ ہے، اللہ کا عطیہ ہے، اللہ کی طرف سے پورا نظام زندگی اور دستور حیات ہے۔ اس کے مطابق زندگی گزارنے کا ہر مومن مرد وعورت پابند ہے۔ یہ شریعت ایسی خوبصورت شریعت ہے۔ جس کا ہر حکم ہمارے لئے نجات، فلاح اور عافیت

کا ذریعہ ہے۔

مولانا نے کہا کہ شریعت ایک بنیادی چیز ہے جس کے تحت سب کو زندگی گزارنے کا حکم دیا گیا ہے۔شریعت کا مکمل نظام علم کی روشنی میں ہے۔قرآن کی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا نے کہا کہ اللہ کا قانون ایسا ہے کہ اس میں انسانوں کیلئے فلاح ہی فلاح ہے۔عدل وانصاف اور خیر ہی خیر ہے۔ یہاں تک کہ سزا کے قانون میں بھی انسان ہی کا فائدہ ہے۔اسی لئے شریعت نا قابل تنسیخ ہے۔ اللہ کے نظام کو بدلا نہیں جا سکتا۔ ہم اپنے معاملات میں خود بہترین جج نہیں ہوسکتے۔ یہ دنیا کا قانون اللہ کے خلاف بددیانتی ہے۔ انھوں نے یاددلایا کہ دشمنان دین زیادہ وسیع وسائل کے ساتھ اسلام کے خلاف کام کررہے ہیں۔ہمیں دشمن کی چالوں کو سمجھنا ہوگا اور اس کے ہروار کوسہنے کے بجائے اپنے اخلاق وکردار کی پاکیزگی کے ذریعہ یہ بتانا ہوگا کہ مسلمان اصل میں امن کا پیکر ہوتا ہے۔عمل وکردار کی کسوٹی پر اپنے آپ کو لائیں۔تغیر اعمال ہی تغیر حالات کا ذریعہ ہیں۔

محترمہ جمیل النساء صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ وصدر متحدہ تحفظ شریعت کمیٹی نے ''**آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا تعارف** ''پیش کیا۔انھوں نے کہا کہ مسلم پرسنل لا شریعت کا اہم حصہ ہے۔جس کے بغیر مسلمانوں نے دین کا تصور بھی نہیں کیا۔ یہ ایسا متفق علیہ مسئلہ ہے جس پر شیعہ، سنی، یا کسی بھی فقہ نے اختلاف رائے نہیں کیا۔اس کی یہ مسلم حیثیت اس لئے ہے کہ وہ احادیث سے قطع نظر خود قرآن کریم میں تفصیلی طور پر مذکور ہے۔انھوں نے کہا کہ ہندوستان میں 1973 میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی ، جس میں ہر مسلک کو نمائندگی دی گئی۔تا کہ قانون شریعت کی حفاظت کی جائے، ساتھ ہی ساتھ حکومت پر بھی نظر رکھی جائے کہ وہ کوئی ایسا قانون نہ بنائے جس کی وجہ سے شریعت پر عمل کرنے کی راہ بند ہوجائے یا عمل میں دشواریاں بڑھ جائیں۔الحمدللہ مسلم پرسنل لا بورڈ ابتداء ہی سے اپنے متعینہ ٹارگٹس کے حصول میں مصروف وسرگرم ہے اور جب کبھی اسلام دشمن حکومتوں و باطل عدالتوں وقوتوں کی جانب سے کوئی ناگہانی آفت یا یکساں سول کوڈ کو لاگو کرنے کی بات کی جاتی ہے تو بورڈ پوری ذمہ داری اور بصیرت سے اسکا دوٹوک اور مدلل جواب دیتا ہے۔انھوں نے کہا کہ یکساں سول کوڈ کو اس ملک کا مسلمان ہرگز قبول نہیں کرسکتا، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اللہ رب العالمین کا نازل کردہ قانون ہی دراصل مسلمانوں کا دستور وآئین ہے۔اسی پر عمل پیرا ہوکر زندگی گذارنا ہر مسلمان کے ایمان میں داخل ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی فلاح وبہبود اور ایک بہتر وباوقار زندگی کیلئے جو اصول وضوابط شریعت اسلامی کے ذریعہ ہمیں دیئے ہیں چودہ سو سال سے آج تک اپنی پوری آن بان شان سے موجود ہے۔جس سے مسلمان فیض پارہے ہیں۔

پروفیسر عائشہ سلطانہ صاحبہ رکن متحدہ تحفظ شریعت کمیٹی نے ''ہبہ کی اہمیت'' پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہبہ کے لفظی معنی دینے کے ہیں۔بغیر کسی معاوضے کے اپنا مال کسی دوسرے کی ملکیت میں دینا ''ہبہ'' کہلاتا ہے۔ ہبہ کیلئے ایجاب وقبول ضروری ہے۔ ہر عاقل وبالغ اپنا مال اور اپنی جائداد ہبہ کرسکتا ہے۔لیکن پوری جائداد کو ہبہ کر کے وارثوں کو محروم کرنا گناہ ہے۔

محترمہ صابرہ اعجاز صاحبہ، سائنٹسٹ ورکن متحدہ تحفظ شریعت کمیٹی نے ''قانون وصیت'' کے عنوان پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اپنی کسی چیز کا یا اس کے منافع یا آمدنی کا اپنی وفات کے بعد کے زمانے کیلئے دوسرے کو بلاعوض مالک بنادینا وصیت ہے۔وصیت صحت مندی کی حالت میں کرے یا مرض الموت میں، عام حالات میں وصیت ایک تہائی مال میں جاری ہوگی۔ مسنون طریقہ پر تجہیز وتکفین کے اخراجات اور ادائے قرض کے بعد بچے ہوئے مال میں وصیت جاری کی جاسکتی ہے۔انھوں نے کہا کہ پراویڈنٹ فنڈ، لائف انشورنس، کوآپریٹیو سوسائٹی جیسے معاملات میں ان کے ضوابط کے مطابق اگر کسی شخص نے اپنی رقم کیلئے دوسروں کو نامزد کردیا تو نامزد شخص کی حیثیت صرف امین کی ہوگی۔ یہ رقم موصی کی موت کے بعد اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگی۔

ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی صاحب اسسٹنٹ پروفیسر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے ''قانون میراث'' پر تفصیلی روشنی ڈالی۔وراثت کے متعلق قرآن کریم کی تین آیات کا حوالہ دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے وارثین اور ان کے حصوں کا تعین خود کیا ہے۔ہم کو وراثت کی

حکمتوں کو سمجھنا ہوگا۔ اس کے ساتھ اللہ نے جو حصے مقرر کئے ہیں اس کی معقولیت کو بھی سمجھنا ہوگا۔ یہ اللہ کے طئے کردہ احکامات ہیں جن پر عمل کرنا فرض ہے۔انھوں نے میراث کے اصول پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ پہلا اصول یہ ہے کہ میراث وفات کے بعد تقسیم ہوگی، اور قریب ترین رشتے دار مستحق میراث ہونگے۔ جتنا رشتہ دور ہوتا جائیگا میراث بھی دور ہوتی جائیگی۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ میراث کے حصے کا تناسب بدلتا رہتا ہے۔ قربت اور طاقت کی وجوہات پر میراث کا انحصار ہوا ہے۔ مستحقین میراث کو بھی کئی حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ جس میں اصحاب الفروض سب سے اہم ہیں۔ جن کے نام اللہ نے قرآن میں بتا دیئے ہیں۔ یہ بارہ افراد ہیں پھر اس کے بعد عصبہ اور ذوی الارحام آتے ہیں۔ اس طرح انھوں نے وراثت کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ وراثت کے احکام چونکہ قرآن میں آچکے ہیں اس لئے اس میں اجتہاد کی ضرورت نہیں۔

پروفیسر طیبہ سلطانہ صاحبہ رکن متحدہ تحفظ شریعت کمیٹی نے ’’وقف‘‘ کے قانون پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے بتایا کہ کسی شئے کو اپنی ملک سے نکال کر اللہ کی ملک میں دے دینا وقف کہلاتا ہے۔ موقوفہ شئے کو فروخت کرنا یا اس کے بدلے میں کسی اور چیز کو رہن میں لینا یا عاریتاً دینا جائز نہیں۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ باطل ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ حکومت ہند نے اوقافی جائدادوں کیلئے ہر ریاست میں الگ الگ بورڈ بنائے ہیں۔ جو وزارت اقلیتی امور کے تحت کام کرتے ہیں۔ اوقافی جائدادوں کے صحیح استعمال کے ذریعے مسلمانوں کو حکومت کی طرف دیکھنے سے بے نیاز کیا جاسکتا ہے۔

محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ دہلی رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ’’اصلاح معاشرہ کمیٹی کے اغراض و مقاصد‘‘ پر روشنی ڈالی۔

محترمہ فاخرہ عتیق صاحبہ وانمباڑی، رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ’’دارالقضاء کی اہمیت‘‘ پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ دارالقضاء اسلام کا عدالتی نظام ہے۔ جہاں خاندان کے disputes تنازعات کا حل نکالا جاتا ہے۔ آج طلاق کے مسائل کو لیکر اسلام کو بدنام کیا جارہا ہے۔ اس لئے طلاق کے مسائل کو مسلمان قاضی کے ذریعے ہی حل کریں۔ اس سلسلے میں جلسے اور ورکشاپ سے ان مسائل کو وقتی تحفظ تو حاصل ہوتا ہے لیکن پائیدار تحفظ کیلئے دارالقضاء کی ضرورت ہے۔ اسلئے ہمیں شریعت کو گھر گھر، محلّہ محلّہ اور گلی گلی پہونچانا چاہئے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ شریعت کی حکمتیں اور مصلحتیں بتا کر حکومت اور غیر مذاہب کو قائل کرایا جائے کہ یہ انسان کا بنایا ہوا نہیں بلکہ خدا کا بنایا ہوا قانون ہے۔

محترمہ نزہت آرا صاحبہ بنگلور نے ’’خواتین کے معاشی حقوق‘‘ کے عنوان پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کوئی مسلمان اللہ سے سوال نہیں کرسکتا کہ اللہ نے عورتوں کے ساتھ ایسا کیوں کیا، یا ایسا کیوں نہیں کیا؟ شریعت کے بارے میں ہماری لاعلمی ہمیں سوالات و اعتراضات پر اکساتی ہے۔ ہم یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ بے عیب ہے اور اس کی شریعت بے عیب ہے۔ پہلے رب کو پہچانیں، پھر شریعت کو جانیں۔ ستر ماؤں کی محبت رکھنے والا ہم پر ظلم نہیں کرسکتا۔ وہ ہماری وسعت سے زیادہ بوجھ ہم پر نہیں ڈالتا، ہم یہ قبول کرلیں تو **سمعنا و اطعنا**، ہمارے لئے بیحد آسان ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو معاشی تحفظ خواتین کو عطا کیا ہے اسمیں بیٹی ہے تو والد کو کفیل بنایا، بیوی ہے تو شوہر کو ذمہ دار ٹھہرایا، بہن ہے تو بھائی کو کفیل بنایا اور ماں ہے تو بیٹے پر ذمہ داری ڈالی۔ مہر، جائداد، اور ہبہ کی صورت میں خواتین کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ ان سب کی مالکہ ہے۔ اس سے نہ یہ حق چھینا جاسکتا ہے اور نہ اس سے محروم کیا جاسکتا ہے۔ شریعت اسلامی نے بہت ہی توازن کے ساتھ عورتوں کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔

محترمہ اسماء رحیم صاحبہ ایڈوکیٹ ہائیکورٹ حیدرآباد نے ’’خواتین کے حقوق کا تحفظ‘‘ کے عنوان پر لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ مسلمان اپنے معاملات کو عدالتوں میں نہ لے جاکر آپس میں شریعت اسلامی کی روشنی میں حل کرلیں یا پھر دارالقضاء کی اہمیت جان کر اس کو قائم کرنے کی کوشش کریں جس کے ذریعہ ہمارے تنازعات کا حل اسلامی قوانین کی روشنی میں نکل سکے تو اس سے کئی خاندان اور افراد کی زندگیاں بچ سکتی ہیں۔ شریعت اسلامی کے متعلق اکثریتی طبقے کی ناواقفیت اور صحیح ایڈوکیٹس کی کمی کے باعث کئی کیسیس غلط سمت کا رخ اختیار کرکے سالہا سال کورٹس میں معلق رہتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نوجوان طلبا و طالبات میں اس پروفیشن کے متعلق شعور کو بلند کیا جائے تاکہ ہماری امت کی مائیں، بہنیں اور

بھائی عدالتوں کے باہر ہی اپنے معاملات کو سلجھالیں اور اللہ کی ناراضگی سے بچ جائیں۔

ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ رکن مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ''**اصلاح معاشرہ طریقہ کار و دورِ جدید کے چیالنجس**'' کے عنوان پر قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہم شریعت کو قانون مانتے ہیں، قرآن وحدیث کو بنیاد مانتے ہیں۔ تو ضروری ہے کہ ہم اصلاح کی طرف توجہ دیں۔ ہماری زندگی اب تک جیسی بھی گذر رہی تھی آج ہم اس کو Analysis کریں، سمجھیں، غور کریں، اللہ نے ہمیں پیدا کیا ہے تو کچھ ذمہ داری دیکر پیدا کیا ہے۔ ہماری زندگیوں میں کئی جھول آچکے ہیں، اس سے باہر نکلنے کیلئے ہمیں اصلاح کی طرف پلٹنا بیحد ضروری ہے۔ اصلاح دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک اصلاح نفس اور دوسرے اصلاح اجتماعیہ، ہماری ذات کے متعلق اصلاح کا معاملہ یہ ہو کہ ہم اپنی سوچ، افکار، نظریہ کو شریعت کے مطابق بدلیں۔ اللہ کے احکامات کو اپنے سامنے رکھیں، اللہ کا ڈر و خوف اپنے اندر سموئیں، اور اسی طرح کئی ایسے معاملات جو اجتماعیت سے جڑے ہوئے ہیں، ہمارے آداب، ہمارے تعلقات، ایکدوسرے کے حقوق کی ادائیگی یہ سب اصلاح اجتماعیہ میں آتے ہیں۔ ہمیں اس کی بھی اصلاح کرنی ہے۔ انھوں نے کہا کہ مسلمان اپنی پوری ایمانی قوت وبصیرت اور عمل صالح کے ساتھ موجودہ دور کے چیالنجس کا مقابلہ کرنے کیلئے تعلیمی، اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر اپنی تربیت کا انتظام کرے۔ اور جہالت، گمراہی، ضلالت، بدامنی وغربت کے خلاف کمربستہ ہوکر متحدہ طور پر شریعت اسلامی کی تعلیمات کو عام کرے اور اپنے خاندان و معاشرہ میں اس کو روشناس کرانے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔ دین کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔ لیکن اس میں تبدیلی نہیں لائی جاسکتی۔ چاہے مسلمان کسی بھی ملک میں کیوں نہ رہتا ہو۔ سب کیلئے اصول ایک ہی ہے۔ جس ملک میں مسلمان ہوتا ہے وہاں کے سماجی تہذیب و تمدن کے کچھ اثرات اس پر پڑتے ہیں مگر اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ اسلامی تہذیب و شریعت پر اس کو غالب کردے۔ بلکہ کوشش یہ کی جانی چاہئے کہ دین کی اصل بنیادوں کو قائم کریں، اسلامی تہذیب کو برقرار رکھیں اور یہ کام دونوں صنفوں کا ہے۔ انھوں نے اصلاح معاشرہ کی سرگرمیوں کو وسعت دینے اور اس کام کو منظم انداز میں کرنے کیلئے سامعات کو مخاطب کرتے ہوئے مشورہ دیا کہ وہ اصلاح معاشرہ کیلئے جدید دور کی ٹیکنک کو استعمال کریں اور اپنی صلاحیتوں وقابلیتوں کو بڑھانے اور سماج کی گہرائی کے ساتھ اسٹڈی کرنے پر زور دیں۔

محترمہ نورجہاں شکیل صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، کولکتہ نے آرگنائزرس کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ اس طرح کے ''**اصول الشریعۃ**'' ورکشاپ ہندوستان کے ہر علاقے میں رکھنے کی ضرورت ہے۔ جب ہماری خواتین شریعت اسلامی سے اچھی طرح واقف ہونگی تب ہی خاندانی وعائلی مسائل کی یکسوئی ممکن ہوگی۔ شریعت اسلامی کی بنیادی باتوں سے ناواقفیت ہی کی وجہ سے ہماری مسلم خواتین کئی مسائل کے شکار ہیں۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے شریعت اسلامی اور اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں پروگرامس اور ورکشاپ منعقد کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ شریعت اسلامی سے متعلق خواتین میں بیداری پیدا کی جائے اور سلگتے ہوئے مسائل کے حل کیلئے دار القضاء کو مضبوط اور متحرک و فعال بنایا جائے۔ یہ ورکشاپ مختلف ریاستوں اور علاقوں سے آنے والی تمام مندوبات کیلئے ایک سنگ میل اور روشن شاہراہ ہے۔ انشاء اللہ ہم سب اس بات کی کوشش کرینگے کہ اسطرح کے پروگرامس اپنے اپنے علاقوں میں بھی رکھیں اور ان بہنوں سے بھرپور تعاون حاصل کریں تاکہ ہماری زندگیوں میں شریعت کو عملی طور پر رائج وقائم کرنے میں مدد ملے۔

دوسرے دن تینوں نشستوں کی صدارت بالترتیب محترمہ نورجہاں شکیل صاحبہ، محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ اور مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب نے کی۔ 150 سے زائد مقامی و بیرونی مندوبات اس ورکشاپ میں شریک تھیں۔ تحریک اصلاح معاشرہ کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے ریاستی وقومی سطح پر مسلم پرسنل لا سے منسلک وسرگرم تعلیم یافتہ خواتین کا یہ دوروزہ آل انڈیا ''**اصول الشریعۃ**'' ورکشاپ زبردست کامیابی کے ساتھ مولانا کی دردمندانہ دعاء پر اختتام پذیر ہوا۔

- وقف ترمیمی بل ۲۰۱۳ء ۱۹/اگست ۲۰۱۳ء کو راجیہ سبھا سے منظور ہونے کے بعد ۵/ستمبر ۲۰۱۳ء کو لوک سبھا سے منظور ہوا تو بورڈ کے اسسٹنٹ

جنرل سکریٹری جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب کی طرف سے ۵ ستمبر کو وقف ترمیمی بل کا تفصیلی جائزہ کے بعد حسب ذیل اخباری بیان جاری کیا گیا۔

وقف ترمیمی بل بہتر مگر انخلاء کا بل حکومت پر بقایہ

وقف کے متعلق اصل مسئلہ ناجائز قبضوں اور غلط استعمال کو قانون کے ذریعہ ختم کرنے کا ہے: مسلم پرسنل لا بورڈ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے وقف ترمیمی بل کا استقبال کیا ہے اور کہا ہے کہ جناب سلمان خورشید صاحب کے پیش کئے ہوئے ناقص بل میں جناب کے رحمٰن خان صاحب نے بعض بنیادی تبدیلیاں کی ہیں جو بہتر اور قابل تعریف ہیں مگر مسلم پرسنل لا بورڈ نے وقف اراضی پر غلط یا ناجائز قبضوں کے انخلاء کا قانون بنانے کی برابر وکالت کی ہے اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے نمائندوں نے جناب کے رحمٰن خانصاحب کا بھرپور تعاون کیا لیکن یہ قانون مسودہ میں گم ہے اور پارلیمنٹ میں پیش نہیں کیا گیا جو افسوسناک ہے۔

جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب ترجمان آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے تحریری بیان میں کہا ہے کہ وقف بل ۲۰۱۰ء جو ترمیمات کے ساتھ پارلیمنٹ کے دوایوانوں سے منظور ہو چکا ہے اور قانون بننے جارہا ہے وہ بڑی حد تک اطمینان بخش ضرور ہے مگر اس سے اوقاف کی اہم الجھنیں اور دقتیں دور نہیں ہوتیں، مرکزی وزارت اقلیتی بہبود کے وزیر جناب کے رحمٰن خاں صاحب نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے پیش کی گئی بعض ترمیمات کو قبول کر کے بل میں تبدیلی کی ہے لیکن سنٹرل وقف کونسل اور ریاستی وقف بورڈس میں کون اصحاب رکن بنائے جائیں اس تعلق سے مسلم پرسنل لا بورڈ کی تجاویز کو یکسر مسترد کر دیا ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ کونسل اور بورڈس ایسے اصحاب پر مشتمل ہوں جو وقف کے معاملات میں اچھی واقفیت اور دلچسپی رکھتے ہوں، جو اپنے دادرسانی کے تجربے اور انتظامی صلاحیت کے حامل ہونے کی وجہ سے وقف بورڈس کو فعال، متحرک اور کارکرد بنا سکتے ہوں۔ بورڈ نے اپنی تجویز میں یہ بھی لکھا تھا کہ پریوی کونسل اور سپریم کورٹ نے کئی فیصلے دئے ہیں جس میں یہ الفاظ (once a waqf always a waqf.) استعمال کئے گئے ہیں جو ایک بار وقف ہو گیا وہ ہمیشہ وقف رہے گا، وقف ایکٹ میں اس حصہ کا بڑھانا بہت مناسب تھا مگر ایکٹ اس فقرہ سے خالی ہے اور بورڈ نے یہ بھی تجویز پیش کی تھی کہ ٹری بیونل میں عام طور پر فیصلہ کی مدت متعین رہتی ہے۔ وقف سے متعلق ٹری بیونل میں فیصلہ کی مدت نہیں بیان کی گئی ہے اور جو وقف ٹری بیونل ابھی کام کر رہے ہیں ان میں بھی فیصلہ میں کافی وقت لگتا ہے اسلئے ٹری بیونل میں فیصلہ کی مدت متعین ہونا ضروری ہے۔ ٹری بیونل کی موجودہ دفعہ میں یہ صراحت بھی ضروری تھی کہ زیریں عدالتوں میں وقف کے متعلق جو مقدمات زیر سماعت ہیں وہ ٹری بیونل میں منتقل ہو جائیں جیسا کہ عام طور پر ٹری بیونل میں ہوا کرتا ہے۔ تازہ بل میں ٹاؤن پلانر، سرکاری افسر اور مختلف شعبوں کے نمائندوں کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ بہرحال جس صورت میں اب یہ قانون بن رہا ہے۔ سابق وزیر اقلیتی بہبود مسٹر سلمان خورشید کے پیش کردہ بل سے بہت بہتر ہے اس کے باوجود ایک اہم شکایت ہے جس کو دور کرنے کے لئے ہم چاہیں گے کہ برسراقتدار جماعتیں بالخصوص کانگریس، اس کی صدر مسز سونیا گاندھی، وزیراعظم جناب من موہن سنگھ اور متعلقہ وزیر جناب کے رحمٰن خاں صاحب فوری قدم اٹھائیں۔ تفصیلی گفتگو کے بعد وعدہ کیا گیا تھا کہ ترمیمی وقف بل کے ساتھ ہی اوقافی جائیدادوں پر ناجائز قبضوں کے انخلاء کا قانون بھی منظور کروایا جائے گا جو سرکاری، جائیدادوں کے تعلق سے موجود پبلک پریمائسس قانون کی نوعیت کا ہوگا۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے زور دیا گیا کہ اس قانون کے ساتھ ناجائز قبضوں کے انخلاء و برخواستگی کا قانون بنایا جائے جس سے اتفاق کیا گیا لیکن اس پر عمل نہیں ہوا۔ اس لئے مطالبہ ہے کہ جتنی جلد ہو سکے اوقافی جائیدادوں پر ناجائز قبضوں کے انخلاء کا مسودہ قانون کو قانونی شکل جلد دیدی جائے۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی مناسب ہوگا کہ اوقاف پر ناجائز قابضین کی فہرست اور اوقاف جائیدادوں کا برائے نام کرایہ ادا کرنے والوں کی فہرست میں سب سے اوپر مرکزی اور ریاستی حکومتیں ہیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ترجمان جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے کہا کہ آندھراپردیش میں شہر حیدرآباد کے متصل واقع تقریباً (۱۷۰۰) ایکڑ اراضی کو جو وقف تھی اور جو منی کونڈہ جاگیر کہلاتی تھی

حکومت آندھرا پردیش نے فروخت کر دیا اسی پر نیشنل یونیورسٹی واقع ہے اور اس پر ایک کانگریس رکن پارلیمنٹ کا شاندار عمارتوں پر مشتمل کامپلکس لانکو ہلز تعمیر ہو رہا ہے۔ آندھرا پردیش ہائیکورٹ نے ان تمام تعمیرات پر روک لگانے کے ساتھ یہ فیصلہ دیا کہ ساری آراضی وقف ہے اور حکومت کو اس کے فروخت کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ ہائیکورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف آندھرا پردیش کی کانگریسی حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی ہے اور وقف کے خلاف ریاستی حکومت کی پیروی مرکزی حکومت کے اٹارنی جنرل مسٹر غلام محمد واہن وتی کر رہے ہیں۔ جس سے یہ تأثر عام طور پر پیدا ہو رہا ہے کہ مرکزی حکومت اور اس کے عہدیداران اوقافی جائیدادوں کے مفاد، ان کے تحفظ اور ان کی بازیابی کے خلاف ہیں۔ ! حکومتوں کی جانب سے انتہائی کم کرایوں کی ادائیگی کی ایک مثال ملک کے ایک بڑے شہر کلکتہ میں واقع (۲۵۲۵) بیگھے وقف کی اراضی ہے جس پر مغربی بنگال کے گورنر کی عظیم الشان رہائش گاہ اور دوسری عمارتیں اور کھیل کے کئی میدان ہیں اور کلکتہ جیسے شہر میں اتنی بڑی اراضی کا کرایہ صرف (۱۵۹) روپے ماہانہ ہے۔ شاید حکومتوں کے مسلم اوقاف کے تعلق سے اس رویے اور اس پالیسی کی بنیاد پر حکومت ناجائز قبضوں کے انخلاء کا قانون بنانے میں پس و پیش کر رہی ہے اور کے رحمٰن خاں صاحب بار بار وعدہ کرنے کے باوجود مسودہ قانون پارلیمنٹ تک نہیں لے گئے۔ بہتر ہوگا کہ مرکزی حکومت اور برسر اقتدار کانگریس اور اسکی حلیف پارٹیاں حقیقت پسندی سے کام لیں، اور وقف کی جائداد سے متعلق اپنی پالیسی پر نظر ثانی کریں اور ناجائز قبضوں کے انخلاء کا قانون جلد بنائے۔

حکومت کے ذمہ داروں سے ملاقات:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ ۲۲ / ستمبر ۲۰۱۳ء کے اجلاس کے بعد اسی دن شام میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے نائب صدر بورڈ حضرت مولانا کا کا سعید احمد عمری صاحب، اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اور سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کے ہمراہ جناب احمد پٹیل صاحب سے ملاقات کی اور انہیں بورڈ نے جو مطالبات حکومت سے کئے ہیں ان سے واقف کرایا۔ جناب احمد پٹیل صاحب نے دوسرے دن شام میں کانگریس کی صدر مسز سونیا گاندھی سے ملاقات کا وقت لیا اور بورڈ کے وفد نے اسی وقت ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی اور اپنے مطالبات کو دلائل کے ساتھ ان کے سامنے رکھا۔ ان دونوں ملاقاتوں کے سلسلہ میں مولانا محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ کی کاوشیں نتیجہ خیز ہیں۔ مسز سونیا گاندھی نے ارباب حکومت کی جانب سے مثبت اقدامات کی امید دلائی۔

جو مطالبات ان ملاقاتوں میں پیش کے گئے وہ یہ تھے: وقف ترمیمی قانون میں مزید ترمیم اور ناجائز قبضہ داروں کے انخلاء کا مؤثر قانون۔ نفقہ مسلم مطلقہ کو احکامات شریعت کے مطابق قرار دینے کے مسلم مطلقہ کے حقوق کے قانون کا ۱۹۸۶ء میں مناسب ترمیم۔ کیرالا ہائی کورٹ میں مسلم پرسنل لا کے دستوری جواز کے خلاف رٹ میں حکومت ہند کی طرف سے ایڈیشنل سالیسٹر جنرل کو ذمہ دار بنانا، فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام کے لئے ۲۰۱۱ء میں مرتبہ بل کو منظوری، جیلوں میں شبہ کی بنیاد پر برسوں سے قید مسلمانوں کے کیسیس کے جائزے کے لئے اعلیٰ اختیاری کمیٹی کی تشکیل جس کو یہ اختیار دیا جائے کہ جن کے خلاف جرم کی کوئی مضبوط شہادت نہ ہو انہیں بری کر دیا جائے۔

وفیات

رکن بورڈ حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم نورحق فیض آباد ۲۰ / اکتوبر ۲۰۱۳ء کو، حضرت مولانا محمد ولی اللہ رشادی صاحب ویلور تامل ناڈو ۳ / نومبر ۲۰۱۳ کو مالک حقیقی سے جا ملے۔

غیر ارکان میں مولانا عبدالحمید رحمانی صاحب بانی جامعہ اسلامیہ سنابل دہلی کا ۲۰ / اگست ۲۰۱۳ء کو، پروفیسر ڈاکٹر لطف الرحمٰن صاحب بھاگلپور ۳۱ / اگست ۲۰۱۳ء کو، جناب سید عبدالباری صاحب ایڈیٹر ملی اتحاد یکم / ستمبر ۲۰۱۳ء کو، جناب غلام محمد پٹنی صاحب ممبئی ۱۸ / ستمبر ۲۰۱۳ء کو اور مولانا اعجاز احمد اعظمی صاحب ایڈیٹر ان چیف ماہنامہ ضیاءالاسلام ۲۸ / ستمبر ۲۰۱۳ء کو انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین